باجازت خاص حضرت مصنف مدظلہ العالی

خلیفۂ اوّل

موسوم باسم

سیرۃ الصّدّیق رض

یعنی

حضرت ابوبکر صدّیق رض کی مفصّل سوانحمری

مُصنّفہ

حضرت مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن خاںؔ صاحب شروانی رئیس حبیب گنج

باہتمام

سیّد ظہور الحسن مالک قومی کتب خانہ اُردو بازار جامع مسجد دہلی

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں بجسن و خوبی طبع ہوئی

ت سفید چکنا کاغذ

فہرست کتب قومی کتب خانہ زیر جامع مسجد دہلی

تفسیر عزیزی سورۂ بقر - یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی مقبول عام سورۂ بقر کی تفسیر جو عرصہ سے نایاب تھی بصرف زر کثیر و اہتمام خاص ہمنے طیار کی ہے اگر آپ کو تمنا ہے کہ اپنی زبان میں کلام الٰہی کے معارف و حقائق سے آگاہی حاصل کریں تو فوراً منگا لیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اس تحفۂ بے بہا سے غفلت کریں اور یہ ایڈیشن بھی پہلے کی طرح ختم ہو جائے قیمت کاغذ رف للعہ کاغذ گلیز للعہ

تفسیر عزیزی تبارک الذی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ کی وہ بیش بہا تفسیر جسکے دیکھنے سے تمام اسرار معانی بالکل حل ہو جاتے ہیں زبان سلیس اُردو قیمت ۱۲

ایضاً پارہ عم .... قیمت عمر

ہمایوں نامہ از گلبدن بیگم یعنی شہنشاہ بابر کی بیٹی گلبدن بیگم کی قابل قدر تصنیف ہمایوں نامہ کا مکمل اور صحیح اُردو ترجمہ جسمیں بیگم ممدوح نے اپنے بھائی شہنشاہ ہمایوں کی زندگی اور حکومت کے حالات شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں اور ضمناً اپنے والد شہنشاہ بابر اور بھتیجے شہنشاہ اکبر کے عہد کے واقعات کو بھی لکھا ہے اور مترجم نے نایاب مستند کتب تاریخ طبقات اکبری تزک بابری - بیورج جیرٹ - خواندمیر اور عبدالباقی نہاوندی وغیرہ سے حالات و واقعات کی تشریح حواشی میں کی ہے اور بابر - ہمایوں [illegible] کے عکسی فوٹو سے کتاب [illegible] کاغذ مجلد ۱۲ ار [illegible] نازموں سے [illegible] ہے ۶ ر

سوانح عمری گلبدن بیگم شہنشاہ ہند بابر کی بیٹی۔ ہمایوں بادشاہ کی بہن اور شاہ اکبر کی پھوپھی گلبدن بیگم مصنف ہمایوں نامہ کی مستند سوانح عمری جسمیں بابر اور ہمایوں کے عہد کے واقعات بھی شامل ہیں - قابل دید کتاب ہے - جسکا مستند تاریخی مواد (۱) جوہر آفتابچی ہمایوں بادشاہ (۲) خواندمیر - میر مورخ بادشاہ (۳) ابوالفضل (۴) بایزید (۵) سیدی علی رئیس امیر البحر ترکی (۶) ارسکائین (۷) تزک بابری (۸) الیسٹ ڈوسن (۹) عبدالباقی نہاوندی (۱۰) عبدالقادر بدایونی (۱۱) الیاس مترجم تاریخ رشیدی (۱۲) نظام الدین طبقات اکبری (۱۳) صمصام الدولہ شاہ نواز خاں (۱۴) بیورج (۱۵) جیرٹ - اور بہت سی متفرق کتب و انگریزی رسائل سے ماخوذ ہے تاریخ میں یہ کتاب بینظیر ہے - اور گلبدن بیگم کی اتنی مستند سوانح عمری جسکو عہد بابر و ہمایوں اور اکبر کی مستند تاریخ کہنا چاہیے - آجتک نہیں لکھی گئی - کتاب میں چار فوٹو بابر - گلبدن بیگم - ہمایوں اور اکبر کے ہیں - ٹائیٹل عمدہ عہ

مجربات بوعلی سینا اب اشتہاری دوائیں ہرگز نہ خریدیں بوعلی سینا کے مجربات کا مجموعہ خرید لیں جسمیں عورتوں و مردونکے مردانہ و زنانہ بیماریوں کے ہزاروں مجرب نسخے درج ہیں - ایک ایک نسخہ سینکڑوں روپیہ صرف کرنے پر حاصل نہیں ہو سکتا - اپنے موضوع پر بہترین چیز ہے اس کتاب کو خرید لیجیے اور مردانہ و زنانہ ہر قسم کے امراض کا علاج خود کر لیجیے نہ حکیم کے پاس جانیکی ضرورت اور نہ اشتہاری دواؤں پر روپیہ برباد کرنے کی حاجت قابل دید ہے قیمت ۸ ر

فہرست مضامین سیرۃ الصدیقؓ

مقدمہ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ الذین قاموا واقاموا علی الصراط المستقیم

عرصہ ہوا کہ میرے مکرم دوست ضیاء الدین احمدؐ صاحب نے فرمایش کی تھی کہ میں قرونِ اولیٰ کے کسی بزرگ کے حالات طلباء مدرسۃ العلوم کے سامنے بیان کروں، میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کو انتخاب کیا، جو باتفاق اہلسنت وجماعۃ افضل اُمت ہیں اور جن کی برگزیدہ زندگی میں دین ودنیا دونوں کی رہبری کے اعلیٰ اوصاف جمع تھے۔ اسی کے ساتھ اُنکے حالات وواقعات بہت کم اہل دین کے پیش نظر ہیں۔ آجکل اہل اسلام جس افراط وتفریط میں مبتلا ہیں اُس کا ایک مؤثر اور عمدہ علاج یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شایع کئے جائیں تاکہ مسلمان اُن کو پڑھیں اور سبق حاصل کریں۔ اُس دَور کے مسلمان خالص اسلامی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ تھے اُن کی زندگی اُن تمام بیرونی اثروں سے پاک صاف تھی جو بعد کو مسلمانوں کی زندگی پر مؤثر ہوتے گئے اور جنہوں نے رفتہ رفتہ اُن کو صراط مستقیم سے دور کردیا۔ اسی دوری کا نتیجہ وہ تباہی اور بربادی ہے جسمیں ہم مبتلا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان بہترین مظہر اسلام تھے اور ان کا اقتدا و پیروی ہر مسلمان بلکہ ہر ایک انسان کو زندگی کی کشمکش میں ایک کامل رہبر وہادی کا کام دیسکتی ہے۔ اسی یقین وعقیدے سے میں نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ خداوند تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمانوں کو نفع بخشے۔

اس رسالہ کی تحریر سے پہلے عرصہ تک میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا حالات انتخاب کئے یہی وجہ ہے کہ فرمایش کی تہ ... اسقدر تاخیر ہوئی۔ لیکن تاخیر سے جہاں انتظار کی زحمت ہوئی وہاں بیع نفع بلکہ ... ہو کر آ گئیں۔ مثلاً طبقات ابن سعد۔ نہایت معتمد ومعتبر کتابوں سے

... ذیل ہے۔

جامع صحیح امام بخاری[1] سیرۃ ابن ہشام[2] طبقات ابن سعد[3] معارف ابن قتیبہ[4] مروج الذہب مسعودی[5] تاریخ الملوک والامم[6] امام ابن جریر طبری[7] کامل ابن اثیر[8] نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار۔[9] امام وجیہ الدین عمر الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبدالبر[10] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ابن حجر عسقلانی تاریخ الخلفاء سیوطی[11] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء[12] شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جستہ جستہ باتیں فتوح البلدان بلاذری[13] اور العقد الفرید ابن عبدربہ[14] اور خلاصۃ الوفا[15] اور الریاض النضرہ[16] محب الدین طبری سے بھی ماخوذ ہیں۔ جغرافیہ کے متعلق معجم البلدان[17] یاقوت حموی اور فتح الباری[18] سے مدد لی گئی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ واقعات صاف اور سیدھی عبارت میں بیان کر دیے جائیں اور وہ سادہ بیانی حتی الامکان ہاتھ سے نہ جانے دی جائے جو قدماے مؤرخین کی روش تھی۔ عبارت آرائی سے قصداً احتراز کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر اس رسالہ کی عبارت روکھی پھیکی معلوم ہو تو قابل چشم پوشی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ ط

حبیب گنج ضلع علی گڈھ
۱۴- رجب المرجب ۱۳۳۱ھ یوم جمعہ

محمد حبیب الرحمٰن خان

ا؎ یہ ایک نایاب قلمی نسخہ ہے جو میرے کتب خانہ میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مقدمہ طبع ثالث

سیرۃ الصدیق کی اشاعت کو آٹھ سال کا زمانہ ہو چکا۔ اس عرصے میں دو بار چھپی اور بہت دن ہوئے کہ تقسیم ہو گئی۔ اہل ایمان کا شوق طبع ثالث کا متقاضی رہا۔ جو مضامین لکھنے سے رہ گئے تھے اُن کی تحریر کے انتظار میں چھپنا ملتوی تھا۔ بالآخر ممباسہ (ملک افریقہ) سے فرمایش آئی۔ قلب نے محسوس کیا کہ اب مزید تاخیر ایک گونہ معصیت ہے۔ لہذا طبع سوم کی تیاری کی گئی۔ مضامین ذیل اضافہ ہوئے۔

(۱) فضائل (۲) اولیات (۳) خاتمہ

اس اضافہ سے کتاب کا حجم تقریباً ڈیوڑھا ہو گیا۔ فضل ربانی نفع دہ گونہ فرمائے!

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

فضائل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خطبہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ گویا حیاتِ صدیقی رضہ پر تبصرہ ہے معرفت اور بلاغت کی اُس قوت کے ساتھ جو حضرت شیرِ خدا کا حصّہ تھی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

حبیب گنج۔ ضلع علی گڑھ

جمعہ، [illegible] ھ

محمد حبیب الرحمٰن خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

نام - نسب - لقب - والدین

ایام جاہلیت میں عبد الکعبہ نام تھا بعد اسلام حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ تجویز فرمایا - صدیق و عتیق دونوں لقب ہیں - ابو بکر کنیت - سب سے زیادہ شہرت کنیت نے حاصل کی - نسباً قریشی تیمی ہیں - سلسلۂ نسب یہ ہے -

عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرہ بن کعب بن لُوئی بن غالب -

چھٹی پشت میں مرہ بن کعب پر پہونچکر اُن کا نسب حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے - حضرت ابو بکر کے والد کا نام عثمان کنیت ابو قحافہ تھی شہ میں فتح مکہ کیوقت نوّے برس کی عمر میں اسلام لائے ہجری میں بعہد خلافتِ فاروقی وفات پائی - والدہ کا نام سلمٰی کنیت ام الخیر تھی - قریشی تیمی ہیں - اسلام سے مشرف ہوئیں -

ولادت

حضرت ابو بکر[۵۲] عام فیل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے یعنی آغاز سنہ ہجری سے پچاس برس چھ مہینے پہلے -

ایام جاہلیت

ایامِ[۵۳] جاہلیت میں بھی قریش کے رؤسا میں سے تھے - مورخین نے لکھا ہے کہ صحابہ[۵۴] کرام میں دس آدمی ایسے تھے جو ایام جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں رئیس و سربرآوردہ مانے گئے - منجملہ اُنکے ایک حضرت صدیق بھی ہیں - قیام مکہ میں رہتا تھا - تجارت ذریعہ معاش و دولتمندی تھی - سلسلۂ تجارت میں شام اور یمن کے متعدد سفر کئے تھے - پہلا سفر اٹھارہ برس کی عمر میں کیا - حسن اخلاق

---

[۵۱] بجز آپکی اولاد میں کسی کا نام نہ تھا - [۵۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چالیس برس پہلے حبش کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا - چونکہ ہاتھی اُسکے ساتھ تھے اِسلئے اس سال کا نام عام فیل اور حملہ کرنے والوں کا نام اصحاب فیل مشہور ہوا - [۵۳] ایام جاہلیت عرب کا وہ زمانہ جو ظہور اسلام کے قبل تھا - [۵۴] جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے وہ صحابی کہلاتے ہیں - اصحاب جمع کا صیغہ ہے -

ہمدردی وسعت معلومات دانشمندی اور معاملہ فہمی وہ اوصاف ہیں جنمیں حضرتِ صدیق قبل اسلام بھی ممتاز تھے۔ ان ہی صفات کیوجہ سے لوگ انکے گرویدہ تھے۔ اہم معاملات میں مشورہ لیتے اور اُن کی رائے پر اعتماد کرتے۔ قبیلہ قریش کی تاریخ اُسکی مختلف شاخوں اور خاندانوں کی قرابت و نسب کا جاننے والا اُن کے عہد میں اُن سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ قبائل عرب صدیوں سے آزاد تھے اور اُنپر کوئی بادشاہ حکمراں نہ تھا۔ قبیلوں کے سردار ہی معاملات کو طے کرتے تھے اور حکومت کے فرائض اور مختلف خدمتیں مختلف سرداروں کے سپرد ہوتی تھیں۔ قبیلہ قریش کی خدمتِ اشناق[۱] حضرت صدیق اکبر کے متعلق تھی جب کسی قبیلہ میں کوئی خون ہوجاتا تو اگر صدیق اکبر خونبہا کی ضمانت کر دیتے تو مقبول ہوتی دوسرے کی ضمانت قبول نہ کیجاتی شعر کہنے پر پوری قدرت حاصل تھی۔ اسلام لائے تو شعر کہنا چھوڑ دیا۔ اور پھر کبھی نہیں کہا۔ شراب زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں پی۔

اسلام نزولِ وحی سے ایک سال پہلے سے حضرت ابوبکر حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے تھے۔ آغازِ وحی کے زمانہ میں بسلسلہ تجارت یمن گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو قریش کے سردار ابوجہل۔ عُتبہ۔ شیبہ وغیرہ ملنے گئے۔ اثناء گفتگو میں حضرت ابوبکر نے تازہ خبر دریافت کی تو کہا سب سے بڑی خبر اور بڑی بات یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بچہ مدعی نبوت بنا ہے۔ اِس کے انسداد کے متعلق ہم تمہارے آنیکے منتظر تھے۔ یہ سُنکر حضرت صدیق کے دلمیں اشتیاق پیدا ہوا اور اعیانِ قریش کو خوش اسلوبی کیساتھ رخصت کر کے خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئے، بعثت کے متعلق سوال کیا اور اُسی جلسہ میں قبول اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اسمیں ایک قسم کی جھجک اور تردد و فکر ضرور پائی مگر ابوبکر کہ جسوقت میں نے انکے سامنے اسلام پیش کیا انھوں نے بے جھجک قبول کرلیا۔ اِسمیں اختلاف ہے کہ اول اسلام کون لایا۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ۔ بعض کا قول ہے حضرت ابوبکر۔ قول فیصل یہ ہے کہ بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر لڑکوں میں حضرت علی۔ بی بیوں میں حضرت خدیجہ

[۱] اس خدمت کا تعلق دیت اور خونبہا سے تھا۔ جب کوئی کسی کو قتل کر دیتا تھا تو قاتل سے جو مالی بدلا لیا جاتا تھا اُس کو دیت کہتے تھے۔ اُس بدامنی و خونریزی کے زمانے میں ظاہر ہے کہ ...

اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ سب سے اول اسلام لائے حضرت سعد بن ابی وقاص وحی نازل ہونیکے ساتویں روز دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اُن سے پہلے حضرت ابو بکر اور حضرت علی دولت ایمان سے مالامال ہو چکے تھے۔ ایمان لانے کے بعد صدیق اکبر نے اپنی تمام قوت وقابلیت سارا اثر کل مال ومتاع جان اور اولاد غرض جو کچھ اُنکے پاس تھا وہ سب اللہ اور اُسکے رسول کی رضا جوئی واطاعت میں وقف کر دیا اور قبول اسلام کے بعد اُنکی تمام زندگی طاعت واستقامت کی داستان ہے۔ قریش میں اُن کا جو اثر تھا اس کو تم سن چکے ہو۔ اُس اثر کا جلوہ تھا کہ گروہ سابقون اولون[۱] کے ممتاز فرد مثلاً حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اُنکے ذریعہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام سے فیضیاب ہوئے۔ مال اُن غریبوں کی مدد میں صرف کیا جو اسلام لا کر سنگدل آقاؤں کی سختی کا نشانہ بن رہے تھے۔ اُن میں سے بہت سوں کو حضرت ابو بکرؓ نے خرید خرید کر آزاد کر دیا۔ منجملہ اُنکے حضرت بلالؓ بھی تھے۔ اُن کی داستان کیسی درد انگیز ہے حضرت بلالؓ کا آقا اُن کے مسلمان ہو جانیکی وجہ سے بہت ناراض تھا۔ جوش غضب میں وہ عین دوپہر کیوقت تپتی ہوئی ریت پر لٹا تا۔ سینے پر بھاری سا پتھر رکھدیتا اور کہتا جبتک لات[۲] اور عزیٰ پر ایمان نہیں لائیگا اسی عذاب میں مبتلا رکھوں گا۔ مگر پتھر کے نیچے سے آواز آتی "احدٌ احدٌ" میرا معبود وحدہٗ لاشریک ہی، وحدہٗ لاشریک۔ ایک روز حضرت ابو بکرؓ نے یہ حالت دیکھی تو رحم آیا اور خرید کر آزاد کر دیا۔

ابتداء اسلام میں تین برس تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام خفیہ فرمائی تھی۔ اُس زمانہ میں حضرت ابو بکرؓ بھی پوشیدہ خدمتِ اسلام کرتے تھے۔ جب رسالت کی چوتھی سال یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ — تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اسکو علانیہ بیان کر دو اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لو

[۱] سابقون اولون وہ صحابہ کرام جو واقعۂ بدر سے پہلے تک ایمان لائے۔ [۲] لات اور عزیٰ عرب کے دو مشہور بت تھے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق کا اعلان شروع کیا اور شرک و جہل کی مذمت علانیہ فرمانے لگے۔ اس سے مشرکین عرب بھڑکے۔ اُن کی بھڑک وحشی اور جنگجو عربوں کی بھڑک تھی کیا کچھ نہ کر گزرے۔ کوئی ایذا اور کوئی تکلیف نہ تھی جو خدا کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ پہونچائی گئی۔ ان مصیبتوں میں صدیق اکبرؓ کا بھی حصہ تھا۔ ایک روز حرم کعبہ میں مشرکوں کا مجمع ہے اور یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ ہمارے معبودوں کی مذمت نئے نبی نے کیسی کی ہے۔ ناگاہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم طوافِ کعبہ کیواسطے داخلِ حرم ہوئے آپ کو دیکھکر مشرکوں کی آتشِ غضب بھڑکی اور ایک شخص نے بڑھکر کہا "اے شخص تو ہی ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے" ارشاد فرمایا بیشک۔ یہ سنکر تمام مجمع آپ سے لپٹ گیا۔ ناہنجار مارتے تھے اور کہتے تھے

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا — کیا تو سب خداؤں کو ایک خدا کر دیگا۔

آخر آپ بیہوش ہو کر گر گئے۔ کسی نے حضرت ابو بکرؓ سے جا کہا "اَدْرِكْ صَاحِبَكَ" "اپنے رفیق کی خبر لو" دوڑے ہوئے آئے اور مجمع کفار میں گھس گئے۔ کسی کو مارتے کسی کو ہٹاتے اور کہتے جاتے :-

وَيْلَكُمْ أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ — تم پر افسوس ہے کیا تم ایک شخص کو اس کہنے پر مارے ڈالتے ہو کہ میرا رب اللہ

وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ — ہے اور حال یہ ہے کہ وہ خدا کیجانب سے روشن دلیلیں تمہارے پاس لایا ہے۔

یہ مداخلت مشرکوں کو سخت ناگوار ہوئی اور سب کے سب اُن پر جھپٹ پڑے اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ عزیزوں نے آکر بچایا۔ یہ سن لو کہ حضرت صدیقؓ پٹتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے :-

تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ — اے عزت و جلال والے تیری ذات بہت بابرکت ہے۔

حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ اس واردات کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ گھر پہونچے ہیں تو یہ حال تھا کہ سر پر جسجگہ ہاتھ لگتا وہیں سے بال الگ ہو جاتے۔ واقعہ ہذا کے ساتھ ایک اور واقعہ سنو جس سے عزمِ رسالت کی شان کا اندازہ کر سکو اور عیاں ہو جائے کہ عین تلاطمِ شدائد کیوقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطرِ مبارک کسقدر مطمئن تھی اور آپ کو اپنے رب کے فضل پر کسقدر بھروسہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اُسوقت کعبہ کے سایہ میں ردائے مبارک سر کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے

عرض کی یا رسول اللہ آپ ہماری مدد کیواسطے اللہ سے دعا نہیں کرتے۔ یہ سنکر آپ اٹھکر بیٹھ گئے چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا اگلے لوگوں کا گوشت لوہے کے کنگھوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں سے الگ کیا گیا۔ اُسپر بھی وہ دین سے نہیں ہٹے۔ اُنکے سر پر آرے چلائے گئے۔ چیر کر بیچ میں سے دو کردیئے گئے تاہم دین پر قائم رہے[1]۔ اللہ اس دین کو ضرور کامیاب فرمائیگا اور نوبت یہ پہونچے گی کہ ایک سوار صنعا[2] سے حضر موت تک جائیگا اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈریگا۔

جب کفار کی سختیوں کا تحمل مسلمانوں سے نہ ہو سکا تو آپنے فرمایا کہ حبشہ کو ہجرت کر جاؤ۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ عادل و رحم دل ہے۔ اُسکے زیر سایہ آدمیوں کو امن و آسائش کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ دو مرتبہ مسلمان ہجرت کرکے ملک حبش کو گئے۔ ایکدفعہ گیارہ مرد اور چار بیبیاں۔ دوبارہ اسی سے زیادہ مرد۔ اور بیبیاں۔ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قیام فرما رہے۔ حضرت ابوبکر نے عرصہ دراز تک سختیوں کی برداشت کی اور دامن حضوری نہ چھوڑا۔ مگر آخر وہ بھی مجبور ہوگئے۔ اور گھر بار کو چھوڑ کر براہ یمن ملک حبش کی راہ لی۔ پانچ منزلیں طے کرکے برک الغماد[3] نامی مقام پر پہونچے تھے کہ قبیلہ قارہ[4] کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اُسنے دیکھکر حیرت سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ صدیق اکبر نے جواب دیا کہ مجھکو میری قوم نے نکال دیا۔ اب پردیس میں پھر کر اپنے رب کی عبادت کرونگا۔

ابن الدغنہ۔ تم سا آدمی جو بیکسوں کا مددگار مصیبت زدوں کا ہمدرد۔ مہمان نواز راہ حق کی مصیبتوں میں غمخوار ہو وہ نہ اپنے گھر سے نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ میں تم کو پناہ دونگا۔ مکہ کو لوٹ چلو اور وطن میں اپنے رب کی عبادت کرو۔

چنانچہ حضرت ابوبکر ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آئے۔ شام کو ابن الدغنہ نے اشراف قریش کے مجمع میں جاکر کہا کہ تم ایسے شخص کو یہاں سے نکالتے ہو جو محتاجوں کا حامی مصیبت زدوں کا غمخوار اور راہ حق کی مصیبتوں میں ہمدرد ہے۔ ابوبکر سے شخص کو نہ نکلنا چاہئے۔ اور نہ نکالنا۔ قریش نے ابن الدغنہ

---

[1] مدعا یہ ہے کہ تم اتنی ہی تکلیفوں سے گھبرائے جاتے ہو۔ [2] صنعا و حضر موت یمن میں واقع ہیں اُن کے درمیان فاصلہ ۲۱۶ میل ہے۔ [3] یہ مقام یمن کیطرف مکہ سے پانچ منزل ہے۔ [4] قبیلہ قارہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ اُسکی تیر اندازی ضرب المثل تھی۔

کی امان کو تسلیم کیا اور کہا کہ ابوبکر سے کہدو کہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر کریں۔ گھر میں بیٹھکر جو چاہیں پڑھیں علانیہ نہ عبادت کریں نہ تلاوت۔ ورنہ ہم کو خوف ہے کہ ہماری مستورات اور ہمارے نوجوان مبتلائے فساد ہو جائینگے عرصہ تک حضرت ابوبکر نے اسکی پابندی کی آخر کار شوقِ دل نے مجبور کیا اور گھر کے باہر میدان میں ایک مسجد بنا کر نماز و تلاوت میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ بے حد رقیق القلب تھے۔ تلاوت کلام مجید کے وقت زار زار روتے۔ یہ عالم دیکھ کر قریش کی عورتوں اور نوجوانوں کا ہجوم ہو جاتا اور محو حیرت ہو کر پروانہ دار ایک دوسرے پر گرتے۔ اشراف قریش یہ حالت دیکھکر گھبرا اٹھے۔ اور ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ابوبکر شرائط امن پر قائم نہیں رہے۔ باہر مسجد میں بالاعلان نماز و قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمکو اپنی عورتوں اور نوجوانوں کے گمراہ ہو جانیکا سخت اندیشہ ہے۔ اُن کو روکو ورنہ اپنی پناہ واپس لو۔ ہم تم سے بدعہدی نہیں کرنی چاہتے۔ اسی کے ساتھ ابوبکر کو علانیہ نماز و قرآن پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دیسکتے۔ ابن الدغنہ نے آکر حضرت ابوبکر سے یہ ماجرا کہا تو اُنھوں نے جواب دیا:-

اَرُدُّ اِلَیْكَ جِوَارَكَ وَاَرْضٰی بِجِوَارِ اللّٰهِ — تمھاری پناہ تمکو مبارک میں اپنے اللہ کی پناہ سے خوش ہوں،

یہ واقعہ تیرھویں[۱۳] سال نبوت کا ہے۔

ہجرت نزولِ وحی کے بعد تیرہ[۱۳] برس تک حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام فرمایا۔ صبر و تحمل اور عزم و استقلال کی جو شان ان تیرہ برس میں ذاتِ اقدس سے عیاں ہوئی وہ قیامت تک نوعِ انسانی کیواسطے شمع ہدایت کا کام دیگی۔ خیال کرو ایک ذات ظاہری اسباب حفاظت و مدافعت قطعاً معدوم۔ خالق کا پیام مخلوق کو پہونچانے کی گرانبار ذمہ داری دوش مبارک پر، عرب سی سرکش جنگجو، اور کینہ پرور قوم سے شرک و بت پرستی پشتوں کے اخلاقی جرائم اور بدکاریاں (جن کا سرچشمہ جہالت سفاکی و خود سری تھی) چھڑانے اور تصفیہ و تزکیہ کے بعد اُن کے دلوں کو نورِ عرفان اور پاکیزگی اخلاق سے معمور کر دینے کی خدمت سپرد۔ اُسپر کفار عرب کی اُن اذیتوں اور تکلیفوں کا تحمل جن کا ایک شمہ اوپر بیان ہوا پھر ذرا انصاف کرو کہ کیا یہ سب کچھ بدون صداقت اور حق کی قوت کے ہوا؟ اگر ہوا تو پھر دنیا میں حق یا صداقت کوئی قوت نہیں۔ جھوٹ اور دغا سے بھی سب

کچھ ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مبعوث ہونیکے بعد تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت خفیہ فرمائی اُسی زمانہ میں اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، ایمان لائے اسکے بعد اعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو آپنے اعلان حق اس قوت و عزیمت کے ساتھ فرمایا کہ عرب کی پہاڑیاں اُسکی صدائے گونج اُٹھیں۔ اور آج تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی باوجود ہزاروں انقلابوں کے دنیا کے تمام برّاعظموں میں وہ صدا گونج رہی ہے اور کروڑوں نفوسِ انسانی کے دل اُسکی طرف لگے ہوئے ہیں۔ جب اہل مکہ کیطرف سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہو گئے تو آپنے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جو میلے نواحِ مکہ میں ہوتے انمیں تشریف لیجا کر احکام الٰہی سناتے۔ مدت تک یہ مجمعے بھی فیضیاب نہ ہوئے۔ آخرالکمر تبہ آپ مدینہ والوں کی جماعت میں تشریف لیگئے۔ اس گروہ نے پہلی ہی مرتبہ کلام الٰہی شوق اور توجہ سے سُنا۔ دو تین سال کے عرصہ میں اہل مدینہ کے دل پوری طرح مسخر ہو گئے اور وہ بقعہ پاک اسلام کا دارالامن بنگیا۔ ہجرت سے چار مہینے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عام اجازت فرمائی کہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ جوق جوق صحابی دارالہجرۃ کو جانے لگے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسی زمانہ میں ہجرت[ل] کی۔ صدیق اکبر نے چند مرتبہ قصد کیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ کہکر منع فرمایا کہ خود مجکو حکم ہجرت کا انتظار ہے۔ حضرت ابو بکر نے فراست ایمانی سے اپنی رفاقت کا احساس کرکے اہتمام کے ساتھ دو طاقتور اونٹوں کی پرورش شروع کر دی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح و شام حضرت ابو بکر کے مکان پر تشریف لیجاتے۔ ایک روز خلاف عادت دوپہر کیوقت دھوپ کی تیزی میں تشریف لیگئے۔ سر پر چادر لپٹی ہوئی تھی۔ اسوقت حضرت ابو بکر اپنے بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے سُنکر کہا، میرے باپ ورماں اُنپر قربان یہ ناوقت کا آنا بے وجہ نہیں ہو سکتا۔ اسی عرصہ میں آپ دروازہ پر پہونچ گئے، اول اجازت طلب فرمائی۔ بعد اجازت اندر تشریف لیگئے اور تخلیہ کی فرمائش کی۔ حضرت صدیق نے کہا کہ کوئی غیر نہیں صرف میری ہی دونوں لڑکیاں ہیں۔ یہ سُنکر

ل ہجرت، رضائے الٰہی کے واسطے ترک وطن۔ اُس زمانہ میں ہجرت فرض تھی۔

آپ نے فرمایا کہ ابو بکر ہجرت کی اجازت آگئی۔ انھوں نے بے ساختہ کہا:۔

وَالصَّحَابَۃَ یَارَسُوْلَ اللہِ — اور میری رفاقت یارسول اللہ؟

ارشاد فرمایا رفاقت کی بھی اجازت ہے۔ یہ سنکر حضرت ابو بکر فرطِ مسرت سے رونے لگے۔ حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اُس روز میں نے جانا کہ آدمی جوش خوشی میں بھی روتا ہے۔

اُسی وقت حضرت ابو بکر نے دونوں اونٹ پیش کرکے عرض کی کہ یہ اونٹ آج ہی کیواسطے تیار کئے ہیں۔ ایک سواری خاصہ کیواسطے پسند فرمالیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ قیمتاً لے لیا۔ باقی جملہ انتظام بھی اُسیوقت کئے گئے اور شب کا وقت روانگی کیواسطے مقرر ہوا۔ یہ زمانہ تھا کہ تمام جلیل القدر اصحاب ہجرت کرکے مدینے چلے گئے تھے۔ صرف حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابو بکر باقی تھے۔ حضرت علی کو آپنے اس غرض سے مکہ میں چھوڑا کہ جو امانتیں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں وہ واپس دیکر مدینے چلے آئیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ باوجود تمام خصومت اور عداوت کے کفار مکہ اپنی عزیز اور قیمتی چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس امانتاً رکھتے تھے اور اس کا باعث وہ اطمینان تھا جو آپکی صداقت وامانت پر تھا۔ الغرض وقت معین پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ حضرت ابو بکر ہمراہ تھے۔ مکہ سے روانہ ہو کر تین دن تک غار ثور میں قیام رہا جو مکہ کے نواح میں ہے۔ اسی رفاقت کا ذکر اس آیت پاک میں ہے:۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ — دو میں کا دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔

اور اسی غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی تسلی کیواسطے وہ کلام ارشاد فرمایا تھا جس کی عظمت وشان کے سامنے آجتک شدید سے شدید دشمن کا بھی سر خم ہے یعنی:۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا — غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

یہ وہ موقع ہے کہ صرف آپ اور آپکے رفیق غار کے اندر ہیں کفار مکہ حالت غیظ وغضب میں سرگرم تلاش ہیں۔ تلاش کرتے کرتے دفعتاً غار کے مُنہ پر آکھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے جو اُن کے قدم اپنے سر کے اوپر دیکھے تو گھبرا گئے اور کہا:۔

اَدرِکْنَا یَا رَسُولَ اللہِ ۔ اے اللہ کے رسول کافروں نے ہم کو آلیا

آپ نے غایت اطمینان کے ساتھ فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا ۔ غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

روحی فداک یا رسول اللہ تین دن کے بعد اونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کی قریب کی راہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے ایک ونٹ پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ تھے، دوسرے پر عبداللہ بن ارقط راہبر اور حضرت ابو بکرؓ کے غلام آزاد حضرت عامر بن فہیرہ۔ حضرت ابو بکرؓ کا سن اُس وقت اُنچاس ۴۹ برس چھ مہینے کا تھا۔ ڈاڑھی اور سر کے بال بالکل سپید تھے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ترپن ۵۳ برس کا تھا۔ مگر بال بالکل سیاہ تھے۔ قبولِ اسلام کے زمانہ میں جو چالیس ۴۰ ہزار کا سرمایہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس تھا وہ خدمتِ اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار رہ گیا تھا۔ ہجرت کیوقت وہ سب روپیہ انھوں نے ساتھ لے لیا۔ اہل و عیال کفار کے نرغے اور خدائے ذوالجلال کی پناہ پر چھوڑ دیے۔ ابو قحافہ نے جب اپنے بیٹے کی ہجرت کا حال سنا تو گھبرائے ہوئے آئے اور اپنی پوتی حضرت اسماءؓ سے پوچھا کہ تیرا باپ ہجرت کر گیا اور سنا ہے روپیہ بھی سب ساتھ لے گیا۔ اُنھوں نے یہ خیال کر کے کہ بوڑھے دادا کو زیادہ صدمہ نہ ہو کہا ابا یہ بات نہیں ہے وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ کا سن اُس وقت تراسی برس کا تھا۔ بینائی سے معذور تھے حضرت اسماءؓ نے اُس الماری میں جسمیں روپیہ رہتا تھا پتھر بھر کر کپڑا ڈال دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اُس الماری میں دیکھو۔ اُنھوں نے ہاتھ سے کپڑا ٹٹولا اور کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہے تو مضائقہ نہیں۔ صدیق اکبرؓ نے اپنے اہل و عیال کو کس بیکسی اور خطرہ کی حالت میں چھوڑا تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ ہجرت کے بعد جب کفار اپنی ناکامی پر برافروختہ ہوئے تو ابو جہل معہ چند آدمیوں کے اُنکے گھر آیا اور حضرت اسماءؓ سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے۔ اُنھوں نے کہا مجکو معلوم نہیں اسپر طیش میں آ کر اُس شقی نے ایک تھپڑ اُنکے منہ پر اس زور سے مارا کہ کان سے آویزہ نکل کر دور جا پڑا۔

۱۲ ربیع الاول کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مدینہ پہونچے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اہل مدینہ نے چونکہ عام طور پر جمال مبارک نہیں دیکھا تھا اسلئے امتیاز نہ کر سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کونسے ہیں۔ ادب مانع سوال تھا جب چہرۂ اقدس پر دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر رضؓ نے اُٹھکر چادر کا سایہ کیا اُسوقت پہچانا۔

مہاجرین کا گروہ مدینہ طیبہ میں محض بے خانماں تھا ٹھہرنے کا ٹھکانہ تو کسی کا بھی نہ تھا بہت سے بے سر و سامان بھی تھے۔ جن کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی دم لینے اور جائے قیام کے محتاج تھے، اہل مدینہ نے جس حوصلہ اور محبت کیساتھ اپنے مہمانوں کا خیر مقدم کیا وہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ انہی خدمات کے صلے میں انصار کا برگزیدہ لقب پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہونچنے کے بعد اپنے اصحاب میں مؤاخاۃ کا سلسلہ قائم کیا۔ یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا۔ یہ بھائی حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھکر ایک دوسرے کے ہمدرد اور رفیق بنگئے۔ ایک انصاری[۱] جب اپنے بھائی مہاجر کو عقد مؤاخاۃ کے بعد گھر لیگئے تو اُن کو اپنے تمام مال و جائداد کا جائزہ دیا اور کہا اسمیں سے نصف تمہارا ہے۔ میری دو بیبیاں ہیں، ایک کو طلاق دیتا ہوں بعد عدت تم اُس سے نکاح کر لینا۔ اُنکے بھائی مہاجر نے کہا کہ تمہارا مال و جائداد اور بیبیاں تم کو مبارک مجھ کو ضرورت نہیں جضرت ابوبکر رضؓ کی مؤاخاۃ حضرت خارجہ بن زید انصاری سے قائم فرمائی گئی تھی۔ اسلیے حضرت ابوبکر رضؓ نے سنح[۲] میں قیام کیا۔

ہجرت سے وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک

مدینہ پہونچکر سات مہینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ پھر ایک موقع دس اشرفیوں سے خرید کر مسجد نبوی تعمیر کرائی۔ یہ اشرفیاں حضرت ابوبکر کے مال سے دی گئیں۔ جو صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اُنکے واسطے مسجد کے گرد مکانات تجویز کیے گئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت ابوبکر کا مکان مسجد کے متصل بنا جسکی ایک کھڑکی احاطہ مسجد کے اندر تھی۔ بنا مسجد نبوی کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آدمی بھیجکر اہل و عیال کو طلب فرمایا۔ اسی قافلہ میں حضرت ابوبکر کے اہل و عیال بھی مدینہ پہنچے حضرت صدیق کے بال بچے چندے بمقام سنح رہے جب مسجد کے پاس مکان تیار ہو گیا تو اُسمیں آئے۔ یہ مکانات کچی اینٹ کے تھے۔ اینٹوں کو مٹی سے تھیس کر علیحدہ علیحدہ حجرے بنائے جاتے تھے چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے پاٹی جاتی تھی۔ اسقدر بلند ہوتی تھی کہ آدمی ہاتھ اٹھاتا

[۱] انصار مدینہ کے باشندے۔ مہاجر جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہونچے تھے۔ [۲] سنح مدینہ کا ایک محلہ تھا۔

تو چھت سے جا لگتا۔

ہجرت سے آغاز خلافت صدیقی تک دس برس کا زمانہ سیرۃ نبوی کا زمانہ ہے۔ اگر اُس عہد کے کل واقعات مفصل لکھے جائیں تو ایک جزو اعظم سیرِ رسالت کا بیان کرنا ہوگا جو اس رسالے کا موضوع نہیں۔ اگر بالکل چھوڑ دیے جائیں تو سیرِ صدیقی کا ایک عظیم الشان حصہ ترک ہوتا ہے۔ اسلیے میں بھی وہی مسلک اختیار کرتا ہوں جو علامہ شبلی نے الفاروق میں اختیار کیا ہے یعنی واقعات کا مجمل بیان اور اُنکے ضمن میں حالات صدیقی کا خصوصیت سے اظہار۔

غزوہ بدر اوپر کے بیانات سے فی الجملہ اندازہ اُن مصائب و تکالیف کا ہوتا ہے جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ کے ہاتھ سے پہونچی تھیں۔ نیز اُس شانِ رضا و تسلیم کا جو ذاتِ اقدس اور مسلمانوں کی جانب سے عیاں ہوئی۔ اُس زمانے میں کفار نے اپنی تمام کوشش اذیت و تکلیف پہونچانے میں صرف کی تھی مدینہ پہونچنے کے بعد اُنھوں نے نور اسلام کو آبِ شمشیر سے بجھانا چاہا۔ اسلیے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوتِ ایمان و اسلام کا اظہار فرمایا اور قیام مدینہ میں غزوات کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ تمام غزووں میں بدر کا غزوہ افضل و اشرف ہے اور جو حضرات اس غزوہ میں شریک تھے وہ تمام مسلمانوں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں۔

بدر ساحل سمندر کی جانب مدینہ سے سات منزل دور ایک کنواں تھا۔ ہر سال تین دن وہاں میلہ لگتا تھا، یہ غزوہ چونکہ اس موقع پر ہوا لہذا بدر کے نام سے مشہور ہے۔ سنہ ۲ھ میں مشرکین مکہ نے ایک بڑی جمعیت فراہم کی جسمیں قریش کے تمام سردار اور چیدہ آدمی شریک تھے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنیکے واسطے مدینہ کا قصد کیا۔ آپکو جب کفار کے ارادہ کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی مسلمانوں کی فوج لیکر روانہ ہوئے اور بدر پہونچکر مقام فرمایا۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ اُنمیں ستتر مہاجرین تھے۔ اور دو سو چھتیس انصار۔ تمام لشکر میں صرف ستر اونٹ اور تین گھوڑے تھے جن پر باری باری سے مجاہدین سوار ہوتے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت مرثد غنوی کی سواری میں ایک اونٹ تھا کفار کی جمعیت ایکہزار تھی جن میں سو سوار تھے۔ میدانِ بدر میں جب آپنے لشکر اسلام کی صفیں ترتیب دیں اور مسلمانوں کی قلت و بے سر و سامانی اور کفار کی کثرت و شوکت دیکھی تو بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئے

اور غایت خضوع و خشوع سے دعا فرمائی:-

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ اِنْ	اے اللہ تیرا جو وعدہ مجھ سے تھا وہ پورا فرما دے اے اللہ اگر
تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ	تو اس گروہِ اہلِ اسلام کو ہلاک کردے گا تو پھر سطح زمین
الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ	پر تیری عبادت نہ ہوگی۔

عالم یہ تھا کہ آپ دعا میں مصروف تھے اور صدیق اکبر ردائے مبارک کو آپکے شانوں پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ آخر دعا درجہ اجابت کو پہونچی اور حضرت ابو بکر نے عرض کی:-

کَفَاکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ	اے اللہ کے نبی تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں، بارگاہِ الٰہی میں آپکی
فَنَاشَدْتَکَ رَبَّکَ فَاِنَّہٗ سَیُنْجِزُ لَکَ وَعْدَکَ	مناجات کامیاب ہوئی جو آپ سے وعدہ تھا وہ عنقریب پورا فرمائیگا

اِسپر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا ختم فرمادی اور یہ کہتے ہوئے میدان میں تشریف لائے:

سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ	جماعت کفار کو عنقریب شکست دیجائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے آیہ پاک میں:-

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ	یاد کرو اُس دن کو جبکہ تم فریاد کرنے لگے تھے اپنے رب سے پس اسنے قبول فرمائی
مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ	تمہاری دعا کہ میں تمکو مدد دونگا ہزار فرشتوں سے جو لگاتار آنیوالے ہونگے۔

صحابہ کرام نے ایک چھوٹا سا سائبان حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کیواسطے میدانِ جنگ کے کنارے پر بنادیا تھا۔ اُسمیں آپ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکر شمشیر برہنہ لئے حفاظت پر کمربستہ جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور آپنے بذاتِ خاص کفار پر حملہ فرمایا تو سردار میمنہ حضرت ابو بکر رضؓ تھے اور سردار میسرہ حضرت علی مرتضیٰ صدیق اکبر کے بیٹے عبدالرحمن اُسوقت تک کافر تھے اور لشکر مشرکین میں شامل۔ حضرت صدیق رضؓ نے اُن کو دیکھا تو طیش میں آکر للکارا اور کہا:-

اَیْنَ مَالِیْ یَا خَبِیْثُ	او پلید میرے حقوق کیا ہوئے۔

اُنھوں نے جواب دیا:-

لَمْ یَبْقَ غَیْرُ شِکَّۃٍ وَیَعْبُوْبٍ وَصَارِمٍ	صرف دستہ، و تیر، و سمند تیز گام باقی ہے اور

یَقتُلُ ضَلَالَ الشَّیبِ گمراہی پیری کی قاتل تلوار-

اسلام لانیکے بعد ایک بار حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے کہا کہ غزوہ بدر میں ایک موقع پر آپ میری زد پر آگئے تھے لیکن میں نے بچا دیا- یہ سُنکر کہا کہ تو میری زد پر آجاتا تو میں کبھی نہ چھوڑتا- آخر کار مسلمانوں کو فتح اور مشرکوں کو شکست نصیب ہوئی- صنادید کفار اس معرکہ میں قتل ہوئے- مثلاً ابوجہل، عتبہ، شیبہ-

غزوہ اُحد بماہ رمضان سنہ ۳ ہجری بروز شنبہ

غزوہ بدر کے ایکسال بعد مشرکین مکہ ابوسفیان کے پاس جمع ہوکر گئے اور اپنے مقتول اعزہ کے انتقام میں مدد چاہی- ابوسفیان نے مقتولین بدر کے انتقام کا اہتمام کیا مالی مدد دی- قبائل میں نقیب بھیجے کہ جوش دلاکر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر آمادہ کریں- الغرض تین ہزار پُرجوش مشرکوں کا لشکر لیکر ابوسفیان روانہ ہوا- عورتیں بھی ساتھ تھیں تاکہ مردوں کو غیرت دلاکر بھاگنے سے روکے رہیں- مدینہ کے قریب اُحد نامی اک پہاڑ ہے یہ غزوہ اُس پہاڑ پر ہوا تھا- اسلئے غزوہ اُحد کے نام سے مشہور ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کفار کی خبر سنکر معہ ایکہزار مسلمانوں کے مدینہ سے روانہ ہوئے- راستہ میں عبداللہ بن اُبیّ سرگروہ منافقین کی دراندازی سے لشکر اسلام میں تفرقہ پڑ گیا ایک ثلث آدمی منافق مذکور کے ساتھ واپس چلے گئے اور مسلمانوں کی جمعیت کم ہوکر سات سو رہگئی- میدان اُحد میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا مسلمانوں کی پشت پر جو راستہ تھا اُسپر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا ایک دستہ متعین فرماکر ہدایت کی کہ بدون حکم اپنی جگہ سے کسی حالت میں جنبش نہ کریں- مقابلہ شروع ہوا مشرکین کی عورتیں صفوں کی پشت پر ڈھول بجا بجا کر جوش انگیز اشعار گاتی جاتی تھیں- بڑے زور کا رن پڑا مسلمانوں کے حملۂ مردانہ نے لشکر کفار کی صفیں اُلٹ دیں اور جمعیت کفر میں تفرقہ ڈالدیا- تیراندازوں کے دستے نے دشمنوں کی ہزیمت دیکھی تو اپنی جگہ چھوڑ کر مشرکوں کے خیمے لوٹنے لگے- اِسسے مسلمانوں کی فوج کا پیچھا کھل گیا- اسی عرصہ میں کسی نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہ صلعم مقتول ہوگئے- کفار نے اِس موقع کو غنیمت خیال کرکے اپنی جمعیت پھر قائم کی اور دوبارہ بڑے زور کا حملہ کرکے مسلمانوں کے لشکر کے اندر گھس آئے- لشکر اسلام میں تفرقہ شدید پڑ گیا- کافروں کی ایک جماعت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہونچی- ایک نے لبِ مبارک پر پتھر مارا جسکے صدمے

سے ہونٹ شق ہو کر ایک دانت ٹوٹ گیا۔ دوسرے نے پیشانی اقدس پر تیسرے نے چہرۂ منور پر۔ ان متواتر زخموں کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر خون بکثرت بہنے لگا۔ آپ خون پونچھتے اور فرماتے :-

کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم — وہ قوم کس طرح فلاح پائیگی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے رنگین

وھو یدعوھم الی ربھم — کر دیا حالانکہ وہ اُن کو اُن کے رب کی طرف بلاتا ہے۔

اسی حالت میں کفار نے ریلا دیا اور آپ زخموں کے صدمے سے بیہوش ہو کر ایک غار میں گر گئے۔ جسمیں مسلمان شہدا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب جمال مبارک نگاہ سے دور ہو گیا تو مسلمانوں کی پریشانی و آشفتگی کی انتہا نہ رہی اور فرط اضطراب میں ہر طرف پھرنے لگے۔ بالآخر سنبھلے اور اس مقام پر آئے جہاں آپ تھے۔ محدث مشہور حاکم کا قول ہے کہ سب سے اول اُس موقع پر پہونچکر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ حضرت علیؓ نے دست مبارک پکڑا۔ اور حضرت طلحہؓ نے سہارا دیا اور آپ اُٹھکر کھڑے ہو گئے۔ خود کی کڑیاں پتھروں کے صدمے سے چہرۂ اقدس میں گھس گئی تھیں اُنکو حضرت ابو عبیدہؓ نے دانتوں سے پکڑ پکڑ کر نکالا جسکے صدمے سے خود اُن کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ مالک بن سنانؓ نے چہرۂ مبارک سے خون صاف کیا۔ اُسوقت صحابہ کرامؓ نے بیتاب ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ کفار کے حق میں بددعا کیجئے۔ فرمایا کہ میں بددعا کیواسطے نہیں بھیجا گیا اور دعا فرمائی "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ سمجھتے نہیں" اسی عرصے میں کفار کی ایک جماعت پھر آپ کی طرف بڑھی۔ حضرت زیادؓ نے پانچ انصار کو ساتھ لیکر جوانمردی سے روکا اور معہ رفقا اسی موقع پر شہید ہو گئے۔ جب زیادؓ زخموں سے چور ہو کر گرے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو اُٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ آئے تو پائے مبارک پر اُنکا سر رکھ لیا اور اُس جان نثار نے اس حالت میں جان دی کہ رخسارہ قدم مبارک پر رکھا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو دجانہؓ سپر بن کر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے تھے اور حضرت سعد ابن ابی وقاص آپکے پاس کھڑے ہوئے کفار پر تیر برسا رہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس کوشش اور جانفشانی سے کفار کو مسلمانوں نے ذات گرامی کے حملوں سے روکا۔ اسی وقفہ میں باقی مسلمانوں نے سنبھلکر جمعیت پھر قائم کی اور کفار پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

درۂ کوہ کے اوپر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت طلحہ، وحضرت زبیر ہمراہ تھے یہاں خالد بن ولید نے اپنے سواروں کی جمعیت سے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ آپنے حضرت عمر کو حکم دیا اور انھوں نے کفار کو مار ہٹایا۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ آپ حیات ہیں اور مسلمان خدمت میں کمربستہ و مستعد تو اُنکے حوصلے پست ہوگئے۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ حضرت حمزہ عم رسول اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ آغاز معرکے میں حضرت ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمن نے میدان میں آکر اپنے مقابلے کیواسطے حریف طلب کیا یہ دیکھکر حضرت ابوبکر خود اُنکے مقابلے پر آمادہ ہوئے تلوار میان سے نکالی اور آپسے میدان میں جانیکی اجازت طلب کی۔ آپنے فرمایا

شم سیفك وامتعنا بك — تلوار میان میں کرو اور ہمکو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو

بعد ہزیمت کفار ستر سپاہی لشکر اسلام کے اُنکے تعاقب میں مامور ہوئے منجملہ اُنکے حضرت ابوبکر بھی تھے۔

غزوۂ خندق شوال ۵ھ بدر اور اُحد کی ناکامی و ہزیمت کے بعد کفار مکہ میں تو حملہ آوری کی ہمت نہ رہی تھی مگر اسی زمانہ میں ایک اور دشمن اسلام پیدا ہوگیا تھا یعنی یہود۔ مدینہ اور نواح مدینہ میں یہودی کثرت سے آباد و آسودہ تھے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کو انھوں نے اپنا دشمن خیال کرکے مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ یہ لوگ خود تو مرد میدان نہ تھے لیکن سازش و فساد کا پورا ملکہ رکھتے تھے۔ اہل مکہ کے پاس وفد بھیجکر پھر مخالفت پر آمادہ کیا، اہل مکہ سے مطمئن ہونے کے بعد وفد نے قبائل میں دورہ کرکے ہر جگہ جوش جنگ تازہ کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار نبرد آزما دشمنان اسلام پھر آمادہ ہوگئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مہم کی اطلاع ملی تو آپنے حفاظت کیلئے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا اہتمام فرمایا۔ خود بہ نفس نفیس خندق کھودنے میں شرکت فرماتے تھے۔ مسلمانوں نے اِس محنت و جانفشانی سے کام کیا کہ لشکر کفار کے مدینہ پہونچنے سے پہلے پہلے خندق کھدکر تیار ہوگئی۔ مشرکین کی فوج دس ہزار تھی مسلمانوں کی تین ہزار۔ موسم نہایت سرد تھا۔ سامان رسد قلیل باوجود ان تمام مشکلات کے اہل ایمان نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور برابر ثابت قدم رہے۔ دشمنوں نے ایک مہینے تک محاصرہ رکھا اور متواتر حملے کئے۔ لیکن ہر مرتبہ زک اُٹھائی۔ لشکر اسلام کا ایک دستہ حضرت صدیق کے ماتحت خندق کے ایک حصہ کی حفاظت پر مامور تھا۔ اُس موقع پر بعد کو مسجد بنادی گئی۔ جو مسجد صدیق کے نام سے مشہور اور شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ تک موجود تھی

حدیبیہ[۱] ذیقعدہ سنہ ۶ھ

ذیقعدہ سنہ ۶ھ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عمرہ کیواسطے مکہ کو روانہ ہوئے۔ احرام باندھے ہوئے تھے۔ قربانی کے جانور ہمراہ تھے۔ آپنے اِس امر کا اعلان اچھی طرح فرمادیا تھا کہ مقصود صرف زیارت بیت اللہ ہے نہ مخالفت یا مخاصمت مہاجرین انصار اور قبائل کے چودہ سَو آدمی ہمرکاب تھے۔ اثنار سفر میں یہ اطلاع ملی کہ قریش راستہ روکے ہوئے ہیں اور باہم یہ عہد کر چکے ہیں کہ آپکو مکہ میں نہ داخل ہونے دینگے۔ آپنے یہ حال سُنکر وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے ایک منزل طے فرماکر بمقام حدیبیہ قیام فرمایا۔ بعد قیام حسب عادت آپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا بعد مشورہ حضرت ابوبکر کی رائے پسند فرمائی گئی۔ اِس مقام پر قریشیوں کے متعدد ایلچی حاضر ہوئے اور آپنے سب کو اطمینان دلایا۔ کہ محض زیارت کعبہ کا ارادہ ہے۔ کوئی نزاع یا مخالفت پیش نظر نہیں۔ ایلچی اہل مکہ کو آپکی جانب سے مطمئن کرتے تھے مگر قریشیوں کا شک کسی طرح رفع نہ ہوا۔ آخر عروہ بن مسعود قریش کیطرف سے ایلچی ہوکر آیا۔ اور اُسنے اہل مکہ کا عزم واہتمام جنگ نہایت شدّ ومد کیساتھ بیان کیا۔ حضرت ابوبکر اُسوقت حاضر تھے عروہ کی لن ترانی سُنکر ضبط نہ کرسکے اور کہا لات وعزّیٰ کے پوجنے والے مشرکوں کا یہ اہتمام ہے تو کیا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد سے مُنہ موڑ لینگے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپنے فرمایا ابن ابی قحافہ عروہ نے کہا کہ اگر ابوبکر کے احسان مجھ پر نہ ہوتے تو میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن میں اُنکے احسانوں کا خیال کرکے درگزر کرتا ہوں۔ جب اُدھر کے ایلچیوں کو کامیابی نہ ہوئی تو آپنے خود اپنا ایلچی خاص سواری کے اونٹ پر بھیجا۔ اُسکے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ اسکے پاؤں قلم کردیے گئے۔ آپنے اسکے بعد حضرت عثمانؓ کو بھیجا۔ جب اُنھوں نے پیام رسالت ابوسفیان وغیرہ اعیان قریش سے بیان کیا تو جواب دیا کہ تم کو طواف بیت اللہ کی اجازت ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ جبتک رسول اللہ صلی اللہ وسلم طواف نہ فرمائیں میں طواف نہیں کرسکتا۔ طیش میں آکر قریش نے اُن کو نظر بند کردیا۔ لشکر اسلام میں خبر پہونچی کہ عثمانؓ قتل کردیے گئے۔ یہ سنکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب جبتک عثمانؓ کے خون کا بدلہ نہ لیلیا جائے معاودت ممکن نہیں۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کو جمع فرمایا اور اُن سے مقابلہ دشمن کی بیعت لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے زیر سایہ کھڑے تھے۔ ایک ایک مسلمان آتا تھا اور دست مبارک پکڑکر

[۱] حدیبیہ مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر چھوٹا سا گاؤں تھا۔

اقرار کرتا تھا کہ جبتک تن میں جان ہے دشمن کے مقابلہ سے منہ نہ[1] موڑونگا - یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعۃ الرضوان کے نام سے مشہور ہے - اور اسی کی نسبت کلام مجید میں ارشاد ہے:-

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ — یہ بات تحقیق ہے کہ اللہ مومنوں سے خوش ہوا

اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ — جسوقت کہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے

چونکہ حضرت عثمان غیر حاضر تھے اسلیئے آپنے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لیکر اُن کی جانب سے بیعت کی - بعد بیعت معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر غلط تھی - اُدھر مسلمانوں کے یہ عزم دیکھ کر قریشیوں کے حوصلے پست ہو گئے - اور سُہیل نامی قاصد کی زبانی یہ پیام بھیجا کہ اس سال مسلمان واپس جائیں آیندہ سال داخلہ مکہ اور زیارت بیت اللہ کی اجازت دیجائیگی - اب اگر مسلمان داخل مکہ ہوئے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ عرب خیال کرینگے کہ قریش مسلمانوں سے دب گئے - طویل مباحثے کے بعد شرائط صلح طے ہوئیں اور معاہدہ قلم بند ہونے لگا - شرائط صلح سے بظاہر کفار کی کامیابی ثابت ہوتی تھی - حضرت عمر کو اس سے اضطراب ہوا - اور وہ جھپٹ کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور فاروقی لہجے میں اپنا خیال ظاہر کیا - حضرت ابوبکر نے سنکر جواب دیا:-

اَلْزِمْ غَرْزَهٗ — آپ کی رکاب تھامے رہو

اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو فاروق اعظم نے اپنا خیال خود حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا - آپنے فرمایا کہ میں وحی ربانی کے مطابق عمل کر رہا ہوں - یہ سنکر عمرؓ خاموش ہو گئے - الغرض حضرت علیؓ نے معاہدہ تحریر فرمایا - بعد تکمیل مسلمانوں کی جانب سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ صحابہ کرام کے دستخط ہوئے - بعد معاہدہ آپنے اُسی مقام پر ارکان عمرہ ادا فرما کر مدینہ کو مراجعت کی - راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی جسمیں صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا ہے - امام زہری کا قول ہے کہ اسلام میں اس سے پہلے کوئی فتح واقعہ حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں ہوئی تھی - ابتک مسلمان اور کافر جہاں ملتے تھے لڑنے کیواسطے اب صلح کیوجہ سے آشتی کے ساتھ ملنے لگے - اور کافروں کو احکام اسلام باطمینان سننے کا موقع ملا

[1] الفاظ بیعت میں اختلاف روایت ہے بعض نے موت لکھا ہے بعض نے عدم فرار

نتیجہ یہ ہوا کہ جو ذرا بھی دانشمند تھے مسلمان ہوگئے - اور صلح حدیبیہ کے بعد دو سال کے عرصہ میں اسقدر مسلمان ہوئے جسقدر اُس سے پہلے ۱۹ برس کے زمانے میں ہوئے تھے - بلکہ اُس سے بھی زیادہ - ابن ہشام کا مقولہ ہے کہ امام زہری کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے - اسکے دو سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تھے -

خیبر - محرم ۷ھ

حدیبیہ سے مراجعت فرمانیکے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے سے زائد مدینہ میں قیام فرمایا اور آخر محرم میں یہودیوں کا فتنہ فرو کرنے کے ارادہ سے خیبر کو تشریف لیگئے خیبر بہت سے قلعوں کا مجموعہ اور یہودیوں کا ملجا وماویٰ تھا - یہودی قلعہ بند ہوکر لڑے اور مختلف قلعوں پر معرکے رہے - لشکر اسلام کا بڑا سفید نشان حضرت شیر خدا کے سپرد تھا - ایک قلعہ پر حضرت ابوبکر امیر لشکر مقرر ہوگئے - مگر فتح نہ ہوا - دوسرے روز حضرت عمرؓ نے حملہ کیا وہ بھی کامیاب نہ ہوئے - تیسرے روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج میں ایسے شخص کو امیر لشکر بنا کر نشان دونگا جو خدا اور اس کے رسول کو بہت دوست رکھتا ہے اور جو بھاگنے والا نہیں - اُسکے ہاتھ سے قلعہ فتح ہوگا - چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کو نشان ملا اور حملہ حیدری سے قلعہ سر ہوگیا - خیبر صفر ۷ھ میں فتح ہوا -

فتح مکہ - رمضان ۸ھ

جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا کفار قریش نے جلد توڑ ڈالا - قبیلہ خزاعہ پر (جو مسلمانوں کا حلیف (ہم پیمان) تھا) قبیلہ بنو بکر نے حملہ کیا - یہ قبیلہ قریش کا حلیف تھا - خلاف شرائط معاہدہ قریش نے اپنے میل والوں کو مدد دی، انتہا یہ کہ قبیلہ خزاعہ کو جوار کعبہ میں بھی پناہ نہ ملی اور حرم کے اندر قتل کئے گئے - آخر انھوں نے اپنا قاصد فریاد لیکر بارگاہ رسالت میں بھیجا جسوقت ابن سالم اُن کا ایلچی حاضر خدمت ہوا - حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہ کرام مسجد نبوی میں رونق افروز تھے - ابن سالم نے ایک دردناک نظم پڑھی جسمیں مدد کی التجا تھی - اور قبیلہ خزاعہ کی مصیبت کی تشریح آپنے سنکر فرمایا کہ تم کو مدد ملے گی - اسی عرصہ میں دوسرا وفد طلب مدد کیواسطے حاضر ہوا - دسویں رمضان المبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معہ دس ہزار لشکر کے مکہ کی طرف کوچ فرمایا - آپکے عم بزرگوار حضرت عباس نے اس کا اندازہ کرلیا تھا کہ اگر کفار نے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا تو کیا مصیبت نازل ہوگی

ل خیبر مدینہ سے آٹھ منزل شام کی جانب ...

اسلئے آگے بڑھکر قریش کی اطاعت کا پیام آپکی خدمتمیں پیش کیا جو منظور ہوا - اور سب کی جاں بخشی کا اعلان فرما دیا گیا چند مشرک جو اسلام کے شدید دشمن تھے امان سے محروم رہے - اُن کا نام لیکر فرما دیا گیا کہ اگر کعبہ کے پردوں میں بھی لپٹے ہوئے ملیں تو قتل کر دیے جائیں - اس موقعہ پر خیال کرنا چاہیے کہ یہ وہ اہل مکہ تھے جنھوں نے تیرہ برس تک نہایت سفاکی اور ظلم کے ساتھ آپ کو اور آپکے ساتھیوں کو اذیتیں پہونچائی تھیں - وطن سے بے وطن کیا - مدینہ میں بھی برسوں چین سے نہیں بیٹھنے دیا - آج جب دس ہزار جان نثار ہمرکاب ہیں - مکہ کے فتح ہونے اور کفار کو سزائے کردار ملنے کا وقت آتا ہے تو رحمت کا ظہور ہوتا ہے اور بیدریغ دولت امن و امان لٹائی جاتی ہے - حکم ہوتا ہے کہ جو اپنے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں محفوظ - جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لیں اُن کا خون معاف، ذرا سوچو ابو سفیان کس کا نام تھا جن لوگوں کی نسبت یہ عتاب تھا کہ خانہ کعبہ کے پردے بھی اُن کو امان و پناہ نہ دیں اُن کی بھی سفارشیں ہوتی ہیں اور خطا معاف ہو جاتی ہے - اس واقعہ عظیم کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھو کہ یورپ کے منصف مزاج مصنف نبی کریم (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کی تصویر ایک ایسے خونخوار شخص کی شکل میں پیش کرتے ہیں جو جوش انتقام میں بیخود ہو - فتح مکہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اپنے والد ابو قحافہ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتمیں لائے تا کہ اُن کو تلقین اسلام فرمائیں - آپنے دیکھکر فرمایا کہ ابو بکرؓ تم نے شیخ (بڑے میاں) کو مکان پر رہنے دیا ہوتا میں خود اُن کے پاس چلتا - عرض کی یا رسول اللہ انھی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا - آپنے ابو قحافہ کو سامنے بٹھایا اور سینہ پر دست مبارک پھیر کر فرمایا "اسلم" اسلام لے آؤ - ابو قحافہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

حُنین ۸ھ فتح مکہ نے قریش کی مخالفت کا تو خاتمہ کر دیا اور وہ ہمیشہ کیواسطے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے لیکن نواح مکہ میں ہنوز جوش مخاصمت برپا تھا - قبیلہ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کو جمع کیا - ہوازن کے حلیف ثقیف وغیرہ قبائل بھی فراہم ہوئے اور سبنے ملکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کا عہد کیا - دُرید نے (جو ایک اہل الرائے سن رسیدہ شخص تھا) مالک کو بہت سمجھایا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے مگر مطلق اثر نہ ہوا - جب آپ کو ان قبائل کے ارادہ کی خبر ہوئی

تو آپ نے حضرت عبد اللہ اسلمی کو دریافت حال کیواسطے بھیجا۔ انھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ قبائل ہوازن وغیرہ پوری طرح آمادہ پیکار ہیں۔ یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے کوچ کا حکم دیا۔ علاوہ اُن دس ہزار آدمیوں کے جو مدینہ سے آئے تھے دو ہزار اہل مکہ بھی ساتھ ہوئے۔ اِس طرح بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت رکاب سعادت میں تھی وادی حُنین میں مقابلہ ہوا۔ قبائل کے لشکر مخالف کے عزم وثبات کا یہ عالم تھا کہ ایک دیوار آہنی معلوم ہوتا تھا۔ معرکہ کارزار گرم ہوا مسلمانوں کے قدم اول ہی حملہ میں اکھڑ گئے حضرت سرور عالم صلعم نے اہل اسلام کی جمعیت قائم کرنیکی کوشش فرمائی لیکن تفرقہ نہ مٹ سکا۔ اُسوقت آپکی خدمت میں صرف چند مہاجرین و انصار حاضر تھے۔ باقی تمام لشکر متفرق ہوگیا تھا منجملہ حاضرین حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ تھے۔ اہلبیت میں سے حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت اُسامہ بن زیدؓ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی اُم ایمن کے بیٹے حضرت ایمنؓ (جو اُسی روز شہید ہوئے) حاضر تھے۔ حضرت عباسؓ آپ کے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے، وہ نہایت جسیم اور بلند آواز تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ باواز بلند پکارو۔ "یا مَعشَرَ الانصار یا معشر اصحاب سمرۃ" اس ندا کے سامنے سارے تفرقہ اور ابتری نے سپر ڈالدی اُدھر عم رسولؐ نے باواز بلند پکارا "یا معشر الانصار یا معشر اصحاب سمرۃ" اُدھر "لبیک، لبیک" کی صدا سے جنگل گونج اٹھا۔ گلہ نے اپنے راعی کی آواز پہچان لی۔ اب بیتابی کا یہ عالم ہے کہ اونٹ قابو میں نہ آئے تو سب نے آہنی زرہیں اُتار اُتار کر انکی گردنوں پر ڈالدیں۔ ہلکے ہو ہو کر کودے اور شمشیر بکف پروانہ وار شمع رسالت (روحی فداہ) کے گرد جمع ہوگئے۔ جسوقت سو آدمی فراہم ہوگئے ہلّہ کا حکم دیا گیا۔ اُن کی جانبازی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اب معرکہ کارزار میں گرمی آئی۔ حضرت شیر خدا اور ایک انصاری نے ملکر دشمن کے نشان بردار پر حملہ کیا۔ حضرت علیؓ نے اُونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے وہ گرا تو انصاری نے ایک ہاتھ میں سوار کا کام تمام کردیا۔ اسی عرصہ میں مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہوگئی اور میدان اُعدا سے جیت لیا۔ جب لشکر کا آخری حصہ لوٹ کر میدان میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ قیدی مشکیں کسے میدان میں پڑے تھے

تبوک[۵۱] رجب ۹ھ | اسلام کی آب و تاب دُور دُور تک نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی اور کفر کے حلقوں میں تہلکہ بڑھتا گیا۔ پرخاش اور مخالفت کا دائرہ عرب اور یہود سے گزر کر روم تک جا پہونچا۔ اسی سلسلہ میں فتح مکہ سے پہلے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم رومیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمائی جو سیرت میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی معرکہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے رضی اللہ عنہما۔

اب مدینہ خبر پہونچی کہ خود ہرقل روم باتفاق نصارائے عرب حملہ پر آمادہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شر کے دفع کرنے کی تیاریاں شروع فرمائیں۔ یہ مہم ایک بڑی سلطنت کے مقابلے پر تھی اور منزل دور و دراز عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام جیش العسرۃ (مصیبت کا لشکر) ہے سب پر طرہ یہ کہ موسم کھجوروں کے پختہ ہونے کا تھا۔ اس موسم میں اہل مدینہ باہر نہیں جاتے تھے۔ باغوں میں درختوں کے نیچے کھجوریں جمع کرتے۔ احباب کے ساتھ ملکر کھاتے کھلاتے۔ ان اسباب سے منافقین نے خوب نفع اٹھایا۔ اور دل کھولکر مسلمانوں میں تفرقہ اور مہم میں خلل ڈالا۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان دولتمندوں کو تیاری لشکر میں مدد دینے کی ترغیب فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے خود بیان کیا ہے کہ جسوقت لشکر تبوک کے انفاق (چندہ) کا ارشاد ہوا اُسوقت میں خوب مالدار تھا۔ میں نے دلمیں کہا کہ اگر ابو بکرؓ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو وہ یہی موقع ہے۔ گھر گیا اور بہت سا مال لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا فرمایا عمر بال بچوں کیواسطے کیا چھوڑا۔ جا دیا اسیقدر۔ اسکے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اپنا انفاق (چندہ) پیش کیا۔ استفسار ہوا ابو بکر بال بچوں کیلئے کیا رکھا۔ عرض کیا۔

اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — اُن کے واسطے اللہ اور اُس کا رسول رکھ لیا ہے

(یعنی مال ظاہری کچھ نہیں چھوڑا) یہ سنکر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ابو بکرؓ سے کبھی بازی نہیں لیجا سکتا۔ لشکر تبوک کے جائزہ اور امامت کا منصب اور بڑا نشان حضرت ابو بکرؓ کے سپرد تھا۔ فوج کی تعداد تیس ہزار تھی۔ تبوک پہونچکر معلوم ہوا کہ دشمن نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی۔ یوحنا حاکم ایلیا[۵۲] نے حاضر ہوکر صلح کی درخواست کی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان صلح عطا فرمایا اور مع الجز

۵۱ تبوک شام کا سرحدی شہر۔ مدینہ سے تقریباً ڈیڑھ سو میل ہے۔ ۵۲ ایلیا شہر بیت المقدس۔

مدینہ کو معاودت فرمائی۔

حج ۹ھ — ذی حجہ ۹ھ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ حج مکہ کو روانہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ امیرِ حج مقرر ہوئے۔ اسلام میں یہ پہلے امیرِ حج ہیں۔ بیس جانور قربانی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اور پانچ خود اُن کے ہمراہ تھے۔ تین سو آدمیوں کا قافلہ تھا۔ اس سال مومن و مشرک دونوں نے حج ادا کیا۔ اسکے بعد مشرکوں کیواسطے داخلۂ حرم ممنوع ہوگیا۔ اسی حج کے زمانہ میں سورۂ برات کی تبلیغ حضرت علی مرتضیٰ نے باآوازِ بلند متواتر منجانب حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی:۔

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ — ۱۰ھ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا۔ چونکہ یہ حج آپکا آخر حج تھا اور خطبے میں آپنے اس کا اعلان فرما دیا تھا۔ اسلئے اسکا لقب حجۃ الوداع ہے۔ معاودت فرمانیکے بعد مزاج اقدس ناساز ہوا۔ آخر صفر یا شروع ربیع الاول میں علالت وفات کی ابتدا ہوئی۔ ایک روز نصف شب کیوقت آپ گورستان بقیع کو (جہاں آپکے رفقاء دفن ہیں) تشریف لیگئے۔ ابو مویہبہ آپکے غلام سے روایت ہے کہ اس شبکو مجھکو یاد فرماکر ارشاد کیا کہ اہل بقیع کے واسطے دعائے مغفرت کرنے کا حکم مجھ کو ہوا ہے تم ہمراہ چلو۔ میں ساتھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کے وسط میں قیام فرما کر کہا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْمَقَابِرِ لِیَھْنِیْ لَکُمْ مَا اَصْبَحْتُمْ فِیْهِ مِمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ فِیْهِ اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ تَتْبَعُ اٰخِرُھَا اَوَّلَھَا اَلْاٰخِرَۃُ شَرٌّ مِّنَ الْاُوْلیٰ

اے بقیع کی قبروں میں سونے والو! تم جس حال میں ہو وہ بہت اچھا ہے اُس حال سے جسمیں زندہ انسان ہیں، تاریک رات کے حصوں کی طرح فتنے چلے آرہے ہیں، پچھلا فتنہ اگلے کو لئے لیتا ہے اور اگلے سے پچھلا بدتر ہے۔

اسکے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا "اے ابو مویہبہ میرے سامنے دنیا کا ابدی قیام اوسکے خزانوں کی کنجیاں اور جنت پیش کیگئی۔ میں نے اپنے رب کے دیدار اور جنت کو انتخاب کرلیا" میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور یہاں کا ابدی قیام پسند فرمالیجیے۔ آپنے فرمایا نہیں میں لقاء ربانی اور جنت پسند کرچکا، یہ فرماکر اہل بقیع کی مغفرت کی دعا کی اور دولتخانہ کو واپس تشریف لے آئے حجرے میں پہونچے تو حضرت عائشہؓ کے سر میں درد تھا۔ آپنے فرمایا میرے سر میں بھی درد ہے۔ یہ ہی آغاز مرض تھا

جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا - دورانِ مرض میں بھی حسبِ معمول آپ باری باری سے ازواج مطہرات کے یہاں قیام فرماتے رہے - جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی تو سب بیبیوں کو جمع فرما کر ایام مرض میں حضرت عائشہ کے یہاں قیام کی اجازت حاصل کی - بعد اجازت حضرت علی اور حضرت عباس کے شانوں پر دستِ مبارک رکھکر حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے - سر بندھا ہوا تھا اور پاؤں فرطِ ضعف سے زمین پر کھنچتے جاتے تھے - زمانۂ علالت میں ایک روز مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھکر اول شہدائے اُحد کے واسطے دعائے مغفرت کی - اُسکے بعد فرمایا:-

اِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ خَیَّرَہُ اللّٰہُ	یعنی اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار
بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَہٗ	دیا کہ وہ دنیا اور قرب الٰہی میں سے جسے چاہے پسند
فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ-	کرے - اُس نے اللہ کے قرب کو پسند کر لیا -

حضرت ابو بکر فراستِ ایمانی سے اِس قول کی تہ کو پہونچ گئے - رونے لگے - اور کہا:-

بَلْ نَفْدِیْکَ بِاَنْفُسِنَا وَاٰبَائِنَا	نہیں بلکہ ہم اپنی جانیں اور اپنے باپ آپ پر سے قربان کر دینگے -

آپ نے سنکر ارشاد فرمایا:-

عَلٰی رِسْلِکَ یَا اَبَا بَکْرٍ	ابو بکر سنبھلو -

پھر ارشاد فرمایا کہ جسقدر مکانوں کے دروازے صحنِ مسجد میں ہیں وہ سب بند کر دیے جائیں مگر ابو بکر کے گھر کا دروازہ بدستور رہے - یہ کہہ کر فرمایا:-

فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا کَانَ اَفْضَلَ فِی الصُّحْبَۃِ	میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں باعتبار
عِنْدِیْ یَدًا مِنْہُ فَاِنِّیْ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا	احسانات کے ابو بکر سے افضل ہو - پس اگر میں کسی کو قلبی
لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ صُحْبَۃٌ وَاِخَاءُ	دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو بناتا، مگر یہ صرف رفاقت
اِیْمَانٍ حَتّٰی یَجْمَعُ اللّٰہُ بَیْنَنَا عِنْدَہٗ-	اور اخوت ایمانی ہے - یہاں تک کہ خدا تعالےٰ ہم کو اپنے پاس جمع کرے -

اسکے بعد مہاجرین کو تاکید فرمائی کہ انصار کے حقوق کا لحاظ رکھیں - جب مرض کو اور زیادہ شدت ہوئی تو آپنے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ نماز کی امامت کریں - یہ سُنکر حضرت عائشہ نے کہا کہ:-

رَجُلٌ رَقِیْقٌ ضَعِیْفُ الصَّوْتِ کَثِیْرُ الْبُکَاءِ اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ۔

وہ ایک نرم دل، کمزور آواز کے آدمی ہیں۔ جب قرآن پڑھتے ہیں تو بہت روتے ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ امامت کا بار نہ اُٹھا سکینگے۔ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جھڑک کر دوبارہ حکم فرمایا۔ چنانچہ پنجشنبہ کی عشا کیوقت سے حضرت صدیق نے امامت شروع کی اور اس طرح سترہ نمازیں حیاتِ مبارک میں پڑھائیں۔ دوشنبہ کو نمازِ صبح کیوقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ اُٹھا کر باہر تشریف لائے۔ دردِ سر کی شدت کیوجہ سے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ کرام کی جماعت اور نماز دیکھکر چہرۂ مبارک فرطِ مسرت سے دمکنے لگا۔ آپ آگے بڑھے تو لوگوں نے راستہ دیدیا۔ حضرت ابو بکر سمجھ گئے کہ آنحضرت تشریف لاتے ہیں پیچھے ہٹنے لگے، آپنے پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا "صَلِّ بِالنَّاسِ" (نماز پڑھاؤ) خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے۔ بعد نماز بآوازِ بلند (جو مسجد کے باہر تک جاتی تھی) وعظ ارشاد فرمایا۔ اسمیں یہ جملے بھی تھے۔

اَیُّھَا النَّاسُ سُعِّرَتِ النَّارُ وَاَقْبَلَتِ الْفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا تُمَسِّکُوْنَ عَلَیَّ بِشَیْءٍ لَمْ اُحِلَّ اِلَّا مَا اَحَلَّ الْقُرْاٰنُ وَلَمْ اُحَرِّمْ اِلَّا مَا حَرَّمَ الْقُرْاٰنُ۔

اے لوگو! آگ روشن کی گئی۔ اور فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح چلے آتے ہیں۔ اور قسم ہے رب کی میرے ذمہ تمہارا کچھ مطالبہ نہیں ہے، مینے وہی حلال بتایا جس کو قرآن نے حلال کیا اور وہی حرام بتایا جس کو قرآن نے حرام کیا۔

جب کلام مبارک ختم ہو لیا تو حضرت ابو بکر نے عرض کی اے اللہ کے نبی آج تو خدا کے فضل و کرم سے آپ ایسے اچھے ہیں جیسا ہم سب کا دل چاہتا تھا۔ آج بنت خارجہ[۱] کی یہاں جانے کی باری ہے اجازت ہو تو وہاں جاؤں۔ آپنے اجازت فرمائی۔ پھر دولتخانہ میں تشریف لے آئے۔ صدیق اکبر سنخ کو چلے گئے اُسکے بعد بھی کچھ عرصہ تک مزاج مبارک درست رہا۔ چنانچہ جب حضرت علی مرتضیٰ آپکے پاس سے باہر آئے اور لوگوں نے خیریت دریافت کی تو جواب دیا:۔

اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا

آج صبح سے خدا کا شکر ہے صحت ہے

[۱] حضرت ابو بکر کی بی بی تھیں جو سنخ میں رہتی تھیں۔

مسجد سے واپس تشریف لانے پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی آغوش میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ اسی اثناء میں آپنے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ہاتھ میں مسواک دیکھی اور اُسکو بنظرِ رغبت ملاحظہ فرمایا۔ حضرت عائشہ نے منشاء مبارک سمجھ کر مسواک ہاتھ سے لے لی۔ پہلے خود چبا کر نرم کی پھر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُس کو پیش کیا۔ آپنے مسواک لیکر پوری قوت کیساتھ دندانِ مبارک پر پھیری اور پھیرنے کے بعد رکھ دی۔ بعد مسواک جب آپکے بدن کا بوجھ زیادہ محسوس ہونے لگا تو حضرت عائشہ نے چہرۂ اقدس کیطرف دیکھا پُتلیاں چڑھ گئی تھیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی — اے اللہ مقام رفیق اعلیٰ میں پہونچا۔

تین بار یہ کلمات ادا فرما کر بتاریخ ۱۲۔ ربیع الاول سلہ ھ روز دوشنبہ وقت چاشت رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ صدیق اکبر نے اس سانحۂ ہوش رُبا کی خبر سُنی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ اور مسجد کے دروازے پر پہونچکر گھوڑے سے اُترے۔ حضرت عمر مسجد میں مجمع کے سامنے گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر نے کسی جانب التفات نہیں کیا اور سیدھے حجرۂ مبارک میں پہونچے۔ چہرۂ انور سے بُردِ یمانی ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا:۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکَ فَقَدْ ذُقْتَھَا ثُمَّ لَنْ یُّصِیْبَکَ بَعْدَھَا مَوْتَۃٌ اَبَدًا۔ — آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ کی حیات اور وفات دونوں پاک ہیں۔ جو موت آپ کے حق میں اللہ نے لکھ دی تھی اُس کا ذائقہ آپ نے چکھ لیا۔ اب اسکے بعد آپ کبھی وفات نہ پائیں گے

یہ کہکر چادر اطہر ڈھک دی اور باہر آئے۔ اُسوقت حضرت فاروق مجمع سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے "منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ واللہ وفات نہیں پائی ہے۔ بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں۔ جو چالیس روز غائب ہو کر واپس آگئے تھے۔ حالانکہ اُن کی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پا گئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت کرینگے اور اُن لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو کہتے ہیں کہ آپ نے رحلت فرمائی"

حضرت ابو بکر نے یہ کلام سُنا تو کہا اے عمر سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ نہ ہوئے تو حضرت

صدیق اکبر نے خود سلسلہ گفتگو شروع کر دیا - حاضرین حضرت عمر کو چھوڑ کر اُدھر متوجہ ہو گئے - صدیق اکبر نے پہلے حمد و ثنا بیان کی اسکے بعد کہا :-

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ - وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشَّاکِرِیْنَ -

اے لوگو ! جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا تو (وہ سمجھ لے کہ) محمدؐ نے وفات پائی اور جو کوئی اللہ کو معبود مانتا تھا تو (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا (خدا کا ارشاد ہے) اور نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول اُن سے پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا وہ اگر مر جائیں گے یا قتل کر دئے جائیں گے تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے اور جو شخص برگشتہ ہو جائیگا وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہونچائے گا - اور اللہ شکر گزارس کو عنقریب جزا دے گا -

اس آیت پاک کو سُنکر لوگ چونک پڑے اور گویا اُن کو یاد آ گیا کہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے بہ روایت حضرت ابو ہریرہ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اس آیت کو سُنکر میرے پاؤں ٹوٹ گئے - کھڑے رہنے کی قوت نہ رہی میں زمین پر گر گیا اور مجھکو یقین ہو گیا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی -

بابِ دوم
خلافت

سقیفۂ بنی ساعدہ | اسی حالت میں کہ مہاجرین مسجد نبوی میں جمع تھے ایک شخص نے آکر کہا کہ انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں فراہم ہو کر خلافت کے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں، اگر تم کو امت کے بچانے کی ضرورت ہے تو بچاؤ قبل اسکے کہ کام ہاتھ سے نکل جائے - یہ سنتے ہی حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ ہمکو اپنے بھائیوں انصار کے پاس چلنا چاہیے چنانچہ دونوں صاحب روانہ ہوئے - راستہ میں حضرت ابو عبیدہ بھی شامل ہو گئے - آگے بڑھے تو دو انصاری ملے اور پوچھا کہاں جاتے ہو - فاروق اعظم نے جواب دیا انصار

سلہ ایام خلافت میں ایک مرتبہ فاروق اعظم نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن جو میرا کلام تھا اُس کا منشا یہ آیت تھی - وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا - میں اس کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت میں آخر وقت تک قیام فرما کر اُس کے اعمال کی شہادت ادا فرمائیں گے -

کے جلسہ میں، انصاریوں نے کہا "وہاں نہ جائیے۔ مہاجرین کو اپنا معاملہ خود طے کرلینا چاہیے حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ ہم ضرور جائینگے۔ اس موقع پر یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں کیا ہو رہا تھا۔ جب انصار سقیفے میں جمع ہوئے تو سب سے اوّل حضرت سعد بن عبادہ نے خطبہ دیا پہلے حمد و ثنار الٰہی بیان کی پھر کہا:-

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَکُمْ سَابِقَۃٌ فِی الدِّیْنِ وَفَضِیْلَۃٌ فِی الْاِسْلَامِ لَیْسَتْ بِقَبِیْلَۃٍ مِّنَ الْعَرَبِ، اَنَّ مُحَمَّدًا عَلَیْہِ السَّلَامُ لَبِثَ بِضْعَ عَشَرَۃَ سَنَۃً فِیْ قَوْمِہٖ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی عِبَادَۃِ الرَّحْمٰنِ وَخَلْعِ الْاَنْدَادِ وَالْاَوْثَانِ فَمَا اٰمَنَ بِہٖ مِنْ قَوْمِہٖ اِلَّا رِجَالٌ قَلِیْلٌ وَکَانَ مَا کَانُوْا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یَّمْنَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا اَنْ یُّعِزُّوْا دِیْنَہٗ وَلَا اَنْ یَّدْفَعُوْا عَنْ اَنْفُسِھِمْ ضَیْمًا عُمُّوْا بِہٖ، حَتّٰی اِذَا اَرَادَ بِکُمُ الْفَضِیْلَۃَ سَاقَ اِلَیْکُمُ الْکَرَامَۃَ وَخَصَّکُمْ بِالنِّعْمَۃِ۔ فَرَزَقَکُمُ اللّٰہُ الْاِیْمَانَ بِہٖ وَبِرَسُوْلِہٖ وَالْمَنْعَ لَہٗ وَلِاَصْحَابِہٖ وَالْاِعْزَازَ لَہٗ وَلِدِیْنِہٖ وَالْجِھَادَ لِاَعْدَائِہٖ وَکُنْتُمْ اَشَدَّ النَّاسِ عَلٰی عَدُوِّہٖ مِنْکُمْ وَاَثْقَلَہٗ عَلٰی عَدُوِّہٖ مِنْ غَیْرِکُمْ حَتَّی اسْتَقَامَتِ الْعَرَبُ لِاَمْرِ اللّٰہِ طَوْعًا وَکَرْھًا وَاَعْطَی الْبَعِیْدُ الْمَقَادَۃَ صَاغِرًا دَاخِرًا حَتّٰی اَثْخَنَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لِرَسُوْلِہٖ بِکُمُ الْاَرْضَ وَدَانَتْ بِاَسْیَافِکُمْ لَہُ الْعَرَبُ وَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ وَھُوَ عَنْکُمْ رَاضٍ وَبِکُمْ قَرِیْرُ عَیْنٍ اسْتَبِدُّوْا بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَاِنَّہٗ لَکُمْ دُوْنَ النَّاسِ۔

اے گروہ انصار تم کو دین میں وہ سبقت اور اسلام میں وہ فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ محمد علیہ السلام اپنی قوم میں کچھ اوپر دس برس رہ کر اُس کو خدا کی عبادت اور بت پرستی کے ترک کی جانب بلاتے رہے۔ مگر باستثنار قلیل اُن کی قوم میں سے کوئی ایمان نہ لایا۔ جو ایمان لائے اُنھیں اتنی قوت نہ تھی کہ رسول اللہ کی حفاظت کرتے دین کا اعزاز بڑھاتے اور اپنے آپ سے ظلم اعدا کو دفع کرتے جس میں سب مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ جب اللہ کو منظور ہوا کہ تم کو عزت دے تو اُس نے تم کو شرف بخشا۔ فضیلت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز اس امر کی کہ تم رسول اللہ اور اُنکے اصحاب کی حفاظت کرو۔ اُن کا اور اُن کے دین کا اعزاز بڑھاؤ۔ اور انکے دشمنوں سے جہاد کرو۔ اس کے بعد تم اُن کے دشمنوں پر (خواہ وہ تم میں سے تھے یا تمہارے غیر) سب سے زیادہ سخت اور بھاری ہوگئے۔ یہاں تک کہ تمام عرب کے سر حکم الٰہی کے سامنے طوعاً وکرہاً جھک گئے۔ اور تمہاری تلواروں نے عرب کو فرمان بردار بنا دیا۔ اور تمہارے ذریعے سے خداوند تعالیٰ نے سرزمین عرب کو مطیع۔ خداوند تعالےٰ نے اُن کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) وفات دی اور وہ تم سے راضی وخوش تھے (خلافت کی نسبت) پورا اصرار کرو وہ تمہارا حق ہے نہ کہ اوروں کا۔

اس خطبے کے ختم ہونے پر تمام مجمع نے تحسین و آفرین کی اور کہا ہم تمہاری رائے پر عمل کرینگے۔ تم ہم میں سے سربرآوردہ ہو اور صلحائے مومنین کے محبوب۔ اسکے بعد باہم بحث و گفتگو ہوتی رہی، دوران بحث میں کسی نے کہا کہ اگر مہاجرین نے اپنا یہ دعویٰ پیش کیا کہ ہم مہاجرین اور اولین صحابہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و رفیق پھر تم کس طرح ہمارے مقابلہ پر دعویٰ کرتے ہو تو ہمارا جواب کیا ہوگا۔ اسپر کسی نے کہا کہ ہم یہ جواب دینگے

اِذاً مِنَّا اَمِیْرٌ وَّمِنْکُمْ اَمِیْرٌ — اس صورت میں ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے۔

اسکے بغیر ہم کبھی راضی نہ ہونگے۔ یہ سنکر حضرت سعدؓ نے کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔ یہ مکالمہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہ وہاں پہونچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کون ہے؟۔ کسی نے کہا سعد بن عبادہ۔

اس طرح کیوں لیٹے ہیں؟۔

”بیمار ہیں“

اس سوال و جواب کے بعد تینوں صاحب بیٹھ گئے۔ انکے بیٹھ جانے پر انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا۔ اور اُس نے انصار کے حقوق و فضائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ اسیطرح متعدد انصاریوں نے خطبے دیے جب اُنکے سب خطیب سلسلۂ کلام ختم کر چکے تو حضرت عمرؓ نے خطبہ دینا چاہا (جسکو پہلے سے سوچ چکے تھے۔) حضرت ابوبکرؓ نے کہا ٹھہرو وہ رُک گئے۔ صدیق اکبرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اول حمد و ثنائے الٰہی بیان کی پھر کہا۔

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا رَسُوْلًا اِلٰی خَلْقِهٖ شَهِیْدًا عَلٰی اُمَّتِهٖ لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ وَیُوَحِّدُوْهُ وَهُمْ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً شَتّٰی وَیَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ شَافِعَةٌ وَّلَهُمْ نَافِعَةٌ اِنَّمَا هِیَ مِنْ حَجَرٍ مَنْحُوْتٍ وَخَشَبٍ مَنْجُوْرٍ ثُمَّ قَرَاَ۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے محمدؐ کو اپنی مخلوق کے پاس رسول اور اُنکی امت کیواسطے راہنما بنا کر بھیجا۔ اس غرض سے کہ بندے اللہ کی عبادت اور اسکی توحید کا اقرار کریں، حالت یہ تھی کہ لوگ متفرق معبودوں کو اس خیال خام سے پوجتے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے اُن کے شفیع بنکر نفع پہونچائیں گے۔ ان معبودوں کی حقیقت یہ تھی کہ چوب و سنگ سے تراش لئے گئے تھے۔

”وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا

(پھر آیت پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے) اور وہ لوگ اللہ کے سوا ایسے معبود پوجتے ہیں جو نہ نقصان پہونچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں

عند اللہ وقالوا "ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ" فعظم علی العرب ان یترکوا دین اٰباءھم فخص اللہ المھاجرین الاولین من قومہ بتصدیقہ والایمان بہ والمواساۃ لہ والصبر معہ علیٰ شدۃ اذی قومھم لھم وتکذیبھم ایاھم وکل الناس لھم مخالف زار علیھم فلم یستوحشوا القلۃ عددھم وشنف الناس لھم واجماع قومھم علیھم فھم اول من عبد اللہ فی الارض وامن باللہ وبالرسول وھم اولیاۂ وعشیرتہ واحق الناس ھذا الامر من بعدہٗ ولا ینازعھم فی ذلک الا ظالم وانتم یا معشر الانصار من لا ینکر فضلھم فی الدین ولا سابقتھم العظیمۃ فی الاسلام رضیکم اللہ انصاراً لدینہ ورسولہ وجعل الیکم ھجرتہ وفیکم جلۃ ازواجہ واصحابہ فلیس بعد المہاجرین الاولین عندنا بمنزلتکم فنحن الامراء وانتم الوزراء لا تفتاتون بمشورۃ ولا نقضی دونکم الامور۔

کہ ہم اُن کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارا قرب بارگاہ الٰہی میں بڑھائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو اپنے دین آبائی کا چھوڑنا گراں گزرا اسوقت اللہ نے رسول کی قوم میں سے مہاجرین اولین کو خصوصیت بخشی کہ اُنھوں نے آپ کی تصدیق کی اور ایمان لائے۔ خدمت کیلئے کمربستہ ہوئے۔ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سخت مصیبتیں جھیلیں۔ اس حالت میں کہ تمام آدمی اُن کو جھٹلاتے تھے اور دشمن جانی ہو رہے تھے۔ وہ اس سے باوجود اپنی قلت اور دشمنوں کی سختی کے گھبرائے نہیں۔ لہذا یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے سب سے اول روئے زمین پر اللہ کی عبادت کی اور رسول پر ایمان لائے، اسی کے ساتھ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور کنبے والے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار۔ سوائے ظالم کے اس معاملہ میں اُن سے کوئی شخص نزاع نہیں کرسکتا۔ اور اے معشر انصار تمہاری دینی فضیلت اور اسلامی شرف سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا تم کو اللہ نے اپنے دین اور رسول کی مدد کیواسطے انتخاب کیا۔ اپنے رسول کو تمہاری پناہ میں ہجرت کے بعد بھیجا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج و اصحاب تم میں سے ہیں۔ لہذا مہاجرین اولین کے بعد تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔ پس ہم امرا ہوں، تم وزرا۔ تم اپنے مشورہ پر ہٹ مت کرنا۔ ہم بغیر تمہارے مشورہ کے معاملات طے نہیں کرینگے۔

ایک روایت کے بموجب آخر میں یہ کہا:۔

وَقَدْ رَضِیْتُ لَکُمْ اَحَدَ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اَیُّھُمَا شِئْتُمْ۔

میں ان دونوں میں سے جس ایک کو تم چاہو انتخاب کرتا ہوں۔

یہ کہکر حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر کیطرف اشارہ کیا اور دونوں کے مختصر فضائل بیان کئے۔ انصار اسکے بعد بھی جوش کے ساتھ اپنے حقوق بیان کرتے رہے۔ آخر کار حضرت ابوعبیدہ نے کہا:۔

یامعشر الانصار انکم اول من نصر وآزر فلاتکونوا اول من بدّل وتغیّر۔

اے گروہ انصار تم نے مدد اور قوت پہنچانے میں سبقت کی تھی لہذا تغیر و تبدل کرنے میں سبقت نہیں کرنی چاہیے۔

یہ سُن کر دو جلیل القدر انصاری یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت بشیر بن سعد نے اپنے فریق کو سمجھایا۔ حضرت زید بن ثابت نے کہا:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من المھاجرین فان الامام یکون من المھاجرین ونحن انصارہ کما کنّا انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زمرۂ مہاجرین میں تھے پس ضرور ہے کہ امام بھی مہاجرین میں سے ہو۔ اور ہم اُس کے اسی طرح مددگار رہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔

حضرت بشیر بن سعد نے کہا:۔

یامعشر الانصار انا واللہ لئن کنا اولی فضیلۃ فی جھاد المشرکین وسابقۃ فی ھذا الدین ما اردنا بہ الا رضاء ربنا وطاعۃ نبیّنا والکدح لانفسنا فما ینبغی لنا ان نستطیل علی الناس بذالک ولا نبتغی بہ من الدنیا عرضًا فان اللہ ولی المنۃ علینا بذلک الا ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم من قریش وقومہ احق بہ واولی وایم اللہ لا یرانی اللہ انازعھم ھذا الامر ابدًا فاتقوا اللہ ولا تنازعوھم۔

اے گروہ انصار اگر ہم نے مشرکوں کے جہاد میں سب سے زیادہ فضیلت حاصل کی اور دین میں عزت تو اُس سے مقصود صرف اللہ کی رضا اور اپنے نبی کی اطاعت اور خود اپنے لئے کسب عمل تھا۔ ہم کو روا نہیں کہ ہم اُسکو دوسرے آدمیوں کے حقوق میں دست اندازی کا ذریعہ بنا دیں نہ اُس کے عوض ہم کو جاہ دنیا طلب کرنا چاہئے۔ خدا ہم کو اسکی جزا دیگا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے ان کی قوم اُن کی جانشینی کی سب سے زیادہ مستحق و اہل ہے۔ میں بالقسم کہتا ہوں کہ خدا مجھکو کبھی نہ دیکھے گا کہ میں اُن سے اس بارہ میں نزاع کروں۔ پس تم خدا سے ڈرو اور اُن سے جھگڑا نہ کرو۔

حضرت بشیر کی گفتگو ختم ہونے پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہو بیعت کرلو۔ دونوں نے کہا:۔

لا واللہ لا نتولی ھذا الامر علیک فانک افضل المھاجرین وثانی اثنین اذ ھما فی الغار وخلیفۃ رسول اللہ علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ افضل دین المسلمین فمن ذا ینبغی لہ ان یتقدم ک او یتولی ھذا الامر علیک ابسط یدک نبایعک۔

نہیں قسم رب کی اس معاملہ میں ہم تم پر سبقت نہیں کرسکتے، تم افضل مہاجرین ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار اور خلیفہ نماز ہو۔ اور نماز مسلمانوں کے دین میں سب سے بڑھ کر ہے۔ پس یہ کس کو زیبا ہے کہ وہ تم پر مقدم ہو۔ یا تمہارے ہوتے ہوئے خلافت کا متولی بنے۔ ہاتھ بڑھاؤ۔ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں۔

جس وقت ان دونوں صاحبوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کا ارادہ کیا حضرت بشیر بن سعد انصاری نے سبقت کرکے سب سے اول بیعت کی۔ اُن کے بعد حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ تمام مجمع بیعت پر ٹوٹ پڑا۔ اور خوف ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ (جو بوجہ مرض مجمع کے اندر لیٹے ہوئے تھے) کچل نہ جائیں۔ جب بیعت کی خبر جلسہ کے باہر پہونچی تو ہر طرف سے آدمی جوق جوق آنے لگے۔ یہاں تک کہ گلیاں اُن کے ہجوم سے بھر گئیں۔ یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعت عامہ | اگلے روز سہ شنبہ کو بیعت عامہ ہوئی۔ مسجد نبوی میں مسلمان جمع ہوئے۔ اول حضرت عمر نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:۔

کنت ارجوان یعیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یدبرنا فان یک محمد صلی اللہ علیہ وسلم قد مات فان اللہ قد جعل بین اظھرکم نوراً تھتدون بہ ھدی اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وان ابا بکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثانی اثنین فانہ اولی المسلمین بامورکم

میری یہ توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے بعد تک زندہ رہیں گے لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو تمہارے پاس وہ نور موجود ہے (قرآن) جو تم کو رستہ دکھائیگا جس سے خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چلایا تھا۔ اور ابوبکر رسول اللہ علیہ وسلم کے صحابی رفیق غار ہیں اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ تمہارے معاملات کے انصرام کے اہل ہیں، اب

فقوموا وبایعوہ — بڑھو اور اُن سے بیعت کرو۔

حضرت عمرؓ نے کلام بالا ختم کرکے حضرت ابوبکرؓ سے اصرار کیا کہ منبر پر بیٹھیے مگر وہ انکار کرتے رہے۔ آخر حضرت فاروق کا اصرار غالب آیا اور حضرت ابوبکرؓ منبر پر بیٹھے لیکن اس مقام سے ایک درجہ نیچے جہاں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے۔ جلوس منبر کے بعد عام طور پر مسلمانوں نے بیعت کی (فبایعہ الناس عامۃ) بعد بیعت حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہوکر خطبۂ خلافت دیا۔ اول حمد و ثنائے الٰہی بیان کی پھر کہا:-

اما بعد ایها النّاسُ فوالله ما کنت حریصًا علی الامارة یومًا ولا لیلة قط ولا کنت راغبا فیها ولا سألتها الله عزوجل فی سر و علانیة ولکنی اشفقت من الفتنة ومالی فی الامارة من راحة ولکن کلفت امرا عظیما مالی به طاقةٌ ولا یدان الا بتقویة الله عزوجل ولوددت انّ اقوی الناس علیها مکانی الیوم انی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اساءت فقوّمونی الصدق امانةٌ والکذب خیانةٌ والضعیفُ فیکم قویٌّ عندی حتی ازیح علیه حقه انشاء الله والقوی منکم ضعیفٌ حتی اخذ الحق منه انشاء الله لا یدع قومٌ الجهاد فی سبیل الله الا ضربهم الله بالذل ولا یشیع الفاحشة فی قوم قط الا عمهم الله بالبلاء اطیعونی ما اطعت الله ورسوله فاذا عصیت الله ورسوله فلا طاعة لی علیکم

بعد حمد الٰہی اے آدمیو! واللہ مجھکو ہرگز امیر بنے کی حرص کبھی دن میں تھی نہ رات میں اور نہ میرا میلان اُس کی جانب تھا۔ اور نہ میں نے اللہ سے ظاہر یا پوشیدہ اسکے لئے دعا کی البتہ مجھکو خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ مجھکو حکومت میں کچھ راحت نہیں ہے بلکہ مجھکو ایک ایسے امر عظیم کی تکلیف دی گئی ہے جسکی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور نہ وہ بدون اللہ عزوجل کی مدد کے قابو میں آسکتا ہے۔ میری ضرور یہ آرزو تھی کہ آج میری جگہ سب سے زیادہ قوی آدمی ہوتا۔ یہ تحقیق ہے کہ میں تمہارا امیر بنایا گیا اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں راہ راست پر چلوں تو مجھکو مدد دو۔ اگر بے راہ چلوں تو مجھکو سیدھا کردو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ جو تم میں کمزور ہے وہ میرے لئے قوی ہے۔ انشاء اللہ اُس کا حق دلوا دوں گا۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے۔ اُس سے انشاء اللہ حق لیکر چھوڑونگا۔ جو قوم راہ حق میں جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل کردیجاتی ہے۔ اور جس قوم میں بیحیائی کا رواج ہو جاتا ہے اسپر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جبتک میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کروں تم کو میری اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔

قوموا الی صلوٰتکم یرحمکم اللہ تعالیٰ اب نماز کے واسطے کھڑے ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے۔

بعد بیعت خلیفہ رسول اللہ لقب ہوا ایک موقع پر کسی نے خلیفۃ اللہ کہکر مخاطب کیا تو کہا میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے میں خوش ہوں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں معنی خلافت پر ایک لطیف بحث لکھی ہے اگرچہ اُسکی اصلی شان تو خود شاہ صاحب کے الفاظ میں ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خلاصہ عام فہم پیرایہ میں یہاں بھی لکھدیا جائے۔

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہی کہ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اور آپ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کیواسطے مبعوث ہوئے تھے، بعد بعثت آپنے جن اُمور کا اہتمام کوشش بلیغ کے ساتھ فرمایا اگر اُن سب کا استقرار کرکے جزئیات سے کلیات بنائیں اور کلیات سے کلی واحد جو جنس اعلیٰ ہو تو ثابت ہوگا کہ تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی۔ یہ جنس اعلیٰ ہے۔ اسکے تحت میں حسب ذیل کلیات آتی ہیں۔

۱ علوم دین کا احیار (قائم رکھنا اور رائج کرنا) علوم دینی سے مراد ہے قرآن وسنت کی تعلیم اور وعظ ونصیحت

۲ ارکانِ اسلام، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کا قیام واستحکام۔

۳ لشکرِ اسلام کی آراستگی ودرستی۔ اُمرارِ لشکر کا تقرر۔ غزوات کا اہتمام۔

۴ مقدمات کا انفصال۔ قاضیوں کا تقرر۔

۵ اُمر بالمعروف (عمدہ افعال واوصاف کا حکم دینا اور اُنکو رائج کرنا) ونہی عن المنکر (بری باتوں کو روکنا اور اُنکا انسداد کرنا) ۶ جو حکام نائب مقرر ہوں اُن کی نگرانی کہ پابند حکم رہیں اور خلاف ورزی احکام نہ کریں۔ اِن جملہ اُمور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس فرمایا۔ اور اِنکے انصرام کے واسطے نائب بھی مقرر کئے۔ وعظ ونصیحت فرمائی۔ صحابہ کو ممالک میں وعظ ونصیحت کیواسطے بھیجا۔ جمعہ وعیدین وپنج وقتہ نماز کی امامت خود فرمائی۔ دوسرے مقامات کیواسطے امام مقرر کئے وصول زکوٰۃ کیواسطے عامل مامور کئے۔ وصول شدہ اموال کو مصارف مقررہ میں صرف کیا۔ رویت ہلال کی شہادت آپکے حضور میں پیش ہوتی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم صادر ہوتا۔ حج کا اہتمام

بعض اوقات خود فرمایا بعض اوقات نائب مقرر کئے۔ جس طرح ۹ھ میں حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کرکے بھیجا۔ غزوات کی سپہ سالاری خود کی۔ نیز اُمرا نائب سے یہ کام لیا گیا۔ مقدمات و معاملات فیصل کئے قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ علیٰ ہذا القیاس باقی اُمور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کے قیام و حفاظت کیواسطے ضروری تھا نائب مطلق یا خلیفہ کا تقرر۔ تاکہ وہ اقامتِ دین کی مذکورہ بالا خدمات کو انجام دے۔

جیش اُسامہؓ مرضِ وفات میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی روانگی کا حکم دیا تھا جسکے سردار حضرت اُسامہ بن زیدؓ مقرر فرمائے گئے تھے۔ مدینہ اور نواح مدینہ کے سات سو جوان اس مہم کیلئے نامزد ہوئے تھے۔ یہ مہم رومیوں کے مقابلہ پر اس لشکر اسلام کے انتقام لینے کیواسطے مامور ہوئی تھی جسکو رومیوں نے ۸ھ میں بمقام موتہ تباہ کیا تھا، مگر آپ کی علالت کی شدت اور وفات کے سبب روانگی نہ ہو سکی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیعت کے دوسرے روز حکم دیا کہ جیش اُسامہ تیار ہو کر روانہ ہو۔ منادی نے ندا دی

لیتم بعث اسامة الا لایبقین بالمدینہ احد الا خرج الی عسکرہ بالجرف

اُسامہ کے لشکر کو تیار ہو جانا چاہیے۔ تاکید کیجاتی ہے کہ جو لوگ اس مہم میں نامزد ہیں اُن میں سے ایک آدمی بھی مدینہ میں نہ رہے۔ اور سب کے سب بمقام جرف جمع ہو جائیں۔

یہ پہلا حکم تھا جو حضرت ابوبکرؓ نے بحیثیت خلافت جاری کیا۔ اسی عرصہ میں کہ لشکر چھاؤنی میں جمع ہو اور اُسکی روانگی عمل میں آئے۔ عرب کے ارتداد اور یہود و نصاریٰ کی سرکشی کی خبریں متواتر مدینہ میں آنے لگیں۔ ان خبروں سے مسلمانوں کا تردد بڑھا۔ مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کیلئے نہایت سخت تھا مصیبت عظمیٰ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کا سر سے اُٹھ جانا تھا۔ اسی کے ساتھ عرب میں ارتداد پھیل رہا تھا۔ یہود و نصاریٰ نے ان حالات کو دیکھکر سرکشی شروع کر دی تھی اسیطرح مسلمانوں کی قلت۔ دشمنوں کی کثرت صحابی جلیل القدر حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اسوقت مسلمان بکریوں کے اُس گلہ سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ بان کے رہجائے۔ ان حالات پر نظر کرکے صحابہ کرام نے امیر المومنین سے کہا کہ جو آدمی لشکر اُسامہ میں جا رہے ہیں وہ مسلمانوں کے چیدہ و منتخب افراد ہیں۔ عرب کی حالت آپکی نگاہ کے سامنے ہے۔ اس صورت میں

مسلمانوں کی جمعیت کو متفرق کرنا مناسب نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا:۔

والذی نفسی بیدہٖ لو ظننت السباع	قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھ کو یہ بھی گمان
تخطفنی لانفذت جیش اسامۃ کما	ہوتا کہ درندے مجھ کو اٹھالے جائیں گے تو بھی بہ تعمیل حکم رسول اللہ
امر بہٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلے اللہ علیہ وسلم اُسامہ کا لشکر ضرور بھیجتا۔ اگر بستیوں میں سوائے
ولو لم یبق فی القری غیری لانفذتہ	میرے ایک متنفس بھی باقی نہ رہتا تو بھی روانگی کا حکم یقیناً دیتا۔

اسکے بعد بہ خیال مزید اہتمام مسلمانوں کے سامنے مجمع عام میں خطبہ دیا اور تیاری لشکر کی تاکید کی جب تمام لشکر جُرف کے پڑاو پر جمع ہو گیا تو حضرت اُسامہؓ امیر عسکر نے حضرت عمرؓ کی زبانی حضرت ابو بکرؓ سے کہلا بھیجا کہ مجھکو اندیشہ ہے کہ میری روانگی کے بعد کفار خلیفۂ رسول اللہ، حرم نبویؐ اور باقی مسلمانوں پر دوڑ پڑینگے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں معہ لشکر مدینہ چلا آؤں۔ اسی کے ساتھ انصار نے پیغام بھیجا کہ آپ لشکر روانہ ہی کریں تو بجائے اسامہؓ کے کسی سن رسیدہ آدمی کو سردار مقرر کیجئے۔ پہلا پیام سُنکر حضرت ابو بکرؓ نے قریباً وہی جواب دیا جو اوپر مذکور ہوا جب حضرت عمرؓ نے انصار کا پیام سنایا تو حضرت صدیقؓ غصے سے بیتاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا تم کو موت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہؓ کو امیر لشکر بنایا تم مجھ کو ہدایت کرتے ہو کہ میں اسکو معزول کر دوں۔ اس جواب کے بعد جُرف کے پڑاؤ پر خود گئے اور رخصت کر کے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب کوچ ہوا تو حضرت اُسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے حضرت ابو بکرؓ پیادہ پا ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ خلیفہ کا کوتل گھوڑا حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت اُسامہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا یا آپ سوار ہو لیں یا مجھ کو پیادہ چلنے کی اجازت دیں۔ جواب دیا کہ نہ میں سوار ہونگا نہ تم کو پیادہ چلنے کی اجازت ملیگی۔ اگر میں ایک ساعت راہ خدا میں اپنے قدم خاک آلود کروں تو میری کیا شان جاتی ہے۔ غازی راہِ خدا میں قدم رکھتا ہی اُسکے بدلے میں سات سو درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں۔ سات سو نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اسکے بعد لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

یا ایھا الناس قفوا اوصیکم بعشرٍ فاحفظوھا	اے آدمیو کھڑے ہو جاؤ میں تم کو دس حکم دیتا ہوں اُنکو

عنی۔ لا تخونوا ولا تغلوا ولا تغدروا
ولا تمثلوا ولا تقتلوا طفلا ولا شیخا ولا
کبیرا ولا امرأۃ ولا تعقروا نخلا ولا تحرقوہ
ولا تقطعوا الشجرۃ المثمرۃ ولا تذبحوا
شاۃ ولا بقرۃ ولا بعیرا الا لماکلۃ
وسوف تمرون باقوام قد فرغوا انفسہم
بالصوامع فدعوہم وما فرغوا انفسہم
وسوف تقدمون علی قوم یاتونکم بآنیۃ
فیہا الوان الطعام فاذا اکلتم منہا شیئا
بعد شیٔ فاذکروا اسم اللہ علیہا وتلقون
اقواما قد فحصوا اوساط رؤسہم وترکوا
حولہا مثل العصائب فاخفقوہم بالسیف خفقا
اندفعوا باسم اللہ افناکم اللہ بالطعن والطاعون

میری جانب سے اچھی طرح یاد رکھنا۔ خیانت نہ کرنا، دھوکا نہ دینا سردار کی نافرمانی مت کرنا۔ کسی شخص کے اعضا مت کاٹنا۔ کسی بچے، بوڑھے، یا عورت کو قتل مت کیجیو۔ کھجور، یا اور کسی میوہ دار درخت کو مت کاٹیو۔ نہ جلائیو۔ بکری، گائے، یا اونٹ کو سوائے غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ تم کو ایسے لوگ ملیں گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھے ہونگے۔ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دینا۔ اور تم کو ایسے آدمی ملیں گے جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں رکھکر لائیں گے۔ جب تم اُن کھانوں کو یکے بعد دیگرے کھاؤ تو خدا کا نام لیتے جانا (یعنی نعمتیں پاکر خدا کو بھول نہ جانا) اور تم کو ایک ایسی قوم ملے گی جن کے سر کے بال بیچ میں منڈے ہونگے۔ اور پٹے چھوٹے ہوں گے۔ اُن کو تازیانہ کی سزا دیجائے، خدا کا نام لیکر روانہ ہو۔ خدا تم کو (دشمن کے) حربہ اور طاعون کے حملے سے محفوظ رکھے۔

یہ لشکر غرہ ربیع الآخر کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ٹھیک انیس روز بعد) مدینہ سے روانہ ہوا۔ منزل مقصود پر پہونچا اور باختلاف روایت چالیس دن یا اس سے کسیقدر زائد عرصہ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کرکے مع الخیر واپس آگیا۔ مورخین کا قول ہے کہ اس لشکر کی روانگی سے قبائل میں دھاک بندھ گئی اور انھوں نے خیال کیا کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہ ہوتی تو اس لشکر کو مدینہ سے باہر نہ بھیجدیتے۔

ارتداد فتح مکہ کے بعد کثرت سے قبائل عرب نے اپنے وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے اور اسلام سے مشرف ہوئے چنانچہ سیرت میں ۹ھ کا نام "سنۃ الوفود" ہے۔ اسی سلسلہ میں یمن کے زبردست قبیلے بنوحنیفہ کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ وفد مذکور میں مسیلمہ بھی تھا۔ اسمیں اختلاف ہے کہ مسیلمہ جمال نبوی کے دیدار سے مشرف ہوا یا نہیں۔ بہرحال یہ وفد مسلمان ہوکر یمن واپس گیا اور اسکی واپسی پر قبیلہ بنوحنیفہ اسلام لے آیا۔ سنہ ھ کے آخر میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو اہل یمن کی ہدایت کیواسطے

بھیجا۔ اس سے قبل چھ مہینے تک حضرت خالد بن ولید نے تبلیغ اسلام کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت شیر خدا کی آمد کی خبر سنکر کثرت سے یمنی سرحد پر استقبال کو آئے۔ صبح کی نماز حضرت علی نے باجماعت ادا فرمائی۔ بعد نماز سب اہل یمن صف بستہ سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت مرتضیٰ نے اُن کو مخاطب کر کے اول حمد و ثنائے الٰہی بیان فرمائی اُسکے بعد فرمان رسالت سُنایا اور تلقین اسلام کی۔ اس تلقین کا یہ اثر ہوا کہ اُسی روز تمام قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا بعد کامیابی حضرت علی نے مراجعت فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام عرفات آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غرض ۹ھ اور ۱۰ھ میں ملک یمن محض تبلیغ کے اثر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ ۹ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی اور آپنے اُسکے وصول کیواسطے عمال مختلف اطراف میں مقرر فرمائے۔ یمن میں باذان کو بدستور سابق تمام یمن کا عامل کیا۔ حجۃ الوداع میں باذان کی وفات کی خبر پہونچی اور آپنے اُسی موقع پر تغیر جدید انتظام فرمایا۔ ملک یمن مختلف حصوں پر تقسیم کیا گیا۔ اور ہر حصہ پر جداگانہ عامل کا تقرر ہوا حضرت معاذ بن جبل اس خدمت پر مامور ہوئے کہ تمام ملک یمن میں دورہ کر کے احکام اسلام کا اجرا کرتے رہیں اسی عرصہ میں پہلا کاذب مدعی نبوت یمن میں بمقام صنعا پیدا ہوا جس کا نام اسود عنسی تھا اُس کو بعید فوری کامیابی ہوئی اور چند ہی دن میں اس نے ہر طرف آتش فساد مشتعل کر دی۔ قبیلہ بنی اسد میں طلیحہ نے دعویٰ نبوت کیا۔ تیسرا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا۔ اسود عنسی کی کامیابی دیکھکر اسکو بھی جرأت ہوئی۔ اور دعوئی نبوت کا منصوبہ قائم کر کے اُسنے اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو شریک رسالت کر لیا ہے۔ انتہائے خیرہ سری یہ تھی کہ ۱۰ھ کے آخر میں اُس نے ذیل کا خط آپکی خدمت میں بھیجا۔

من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله فانی قد اشترکت معك فی الامر وان لنا نصف الارض ولقریش نصفها ولكن قریشاً قوم یعتدون۔

مسیلمہ رسول اللہ کیطرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔ میں رسالت میں تمہارا شریک کیا گیا ہوں آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی مگر قریشی ایسی قوم ہے جو ظلم کرتی ہے۔

اس کے جواب میں یہ فرمان رسالت مدینہ سے جاری ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بخشنے والا ہے۔

من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد فالسلام علی من اتبع الھدیٰ فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین	محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام بعد حمد- پس سلام ہو اُنپر جو راہ راست کے پیرو ہیں- پھر یہ تحقیق ہے کہ ساری زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے وہ جس کو چاہتا ہے بخشدیتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں کے حصہ میں ہے-

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ عادت شریف اول ان مدعیانِ نبوت کو بذریعہ پند و نصیحت سمجھایا متعدد مراسلات بھیجے لیکن کچھ اثر نہ ہوا- مرتدوں نے مسلمانوں پر دست درازی و تعدی شروع کی اور جمعیت فراہم کر کے مقابلہ و مقاتلہ کا سلسلہ جاری کر دیا جب نوبت اس حد تک پہونچی تو آپنے اُنکے دفعیہ کیواسطے عمال کے نام احکام جاری فرمائے اور یہ اہتمام مرضِ وفات کی شدت میں بھی برابر جاری رہا-

اسود عنسی کا خاتمہ آپکی حیات مبارک میں ہو گیا- اور آپنے یہ خبر مسلمانوں کو سنادی- اس بیان سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیوقت جھوٹے مدعیانِ نبوت اور اُن کے پیرؤوں کی کیا کیفیت تھی- جسوقت آپکی رحلت کی خبر شائع ہوئی- ان قبائل میں اور اُنکے اثر سے دوسرے جدید الاسلام قبیلوں میں اضطرابِ عظیم پیدا ہوا- اور تمام ملک یمن میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا مسلمان عامل ہٹادئے گئے اور مرتدین نے دخل کر لیا- اسود عنسی اگرچہ مرچکا تھا لیکن اسکی فوج مختلف حصہ ہائے ملک میں منتشر تھی اب وہ پھر جمع ہو کر ایک لشکر عظیم بن گئی- اسی کے ساتھ ساتھ نواحِ مدینہ میں ارتداد و سرکشی پیدا ہوئی- خلاصہ یہ کہ مدینے کے باہر صرف دو بڑے قبیلے ایسے تھے جو تمام و کمال اسلام پر قائم رہے یعنی قریش و ثقیف- باقی تمام قبائل میں کم و بیش ارتداد کا فساد پھیلا- بعضے کُل کے کُل مرتد ہوگئے- بعض میں کچھ مسلمان رہے کچھ مرتد ہو گئے- ارتداد کا زور زیادہ تر دو طرف تھا ایک یمن میں دوسرے نواح مدینہ کے قبائل میں- اور یہ سب کے سب جدید الاسلام تھے- معرکہ طلب طبائع نے اپنے عروج و سرداری کا حیلہ دعوی نبوت و ارتداد قرار دے لیا تھا- واقعات ذیل سے اس بیان کی صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے-

قبیلہ بنی عامر میں سردار عامر بن الطفیل تھا وہ علانیہ کہتا تھا کہ میں تمام عرب کی امارت کا متمنی ہوں ایک قریشی کا اتباع کس طرح کر سکتا ہوں- قبیلہ غطفان قبیلہ بنی اسد کا حلیف تھا غطفانی کہتے تھے کہ ہم اپنے حلیف اسدیوں کے نبی (طلیحہ) کو چھوڑ کر رسول قریشی کی پیروی کیوں کریں، قریش کے نبی

وفات پائی۔ اسود کا نبی زندہ ہے۔ قبیلہ عبد القیس میں مرتدوں کا نشان بردار غرور نعمان بن منذر کا پوتا[۵۰] تھا۔ یہ نعمان بن منذر اُس خاندان حمیر کی اخیر یادگار تھا جس نے صدیوں تک یمن میں حکومت کی تھی۔ دعوائے نبوت کی انتہائی ارزانی یہ تھی کہ سجاح نامی ایک عورت بھی مدعی نبوت بن بیٹھی۔ اس نے یمن میں نبی ہونے کا اعلان کیا۔ قبیلۂ بنی تغلب (جو نصرانی تھا) اپنا مذہب چھوڑ کر اُس کی اُمت میں شامل ہوا۔ مدعیانِ نبوت کے احکام بھی عجیب تھے۔ طُلیحہ کی نکتہ سنجی ملاحظہ ہو۔ نماز کے ارکان میں سے سجدہ موقوف کر دیا۔ مسیلمہ کے حکم سے شراب اور زنا مباح وحلال قرار پایا۔ جب اس نے سجاح مدعیہ نبوت سے نکاح کیا تو اسکے مہر میں دو وقت کی نماز معاف کر دی۔ ایک صبح کی۔ دوسری عشا کی۔ وجہ یہ ظاہر کی کہ ان سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

فتنۂ ارتداد کے سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ باوجود اسقدر فتنہ و فساد اور ہنگامے کے ایک شخص بھی ایسا مرتد نہیں ہوا جو قدیم الاسلام اور مذہب میں راسخ ہو چکا تھا۔ عموماً جدید الاسلام قبیلے مرتد ہوئے۔ اُن میں بھی اکثر عوام فتنہ جو تھے چنانچہ طلیحہ کے نشان کے نیچے زیادہ تر قبیلہ طے اور اسد کے عوام الناس کا ہجوم تھا۔ حضرت ابو بکر نے فراستِ ایمانی سے آغاز ہی میں اس ہنگامے کی قوت کا پورا اندازہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ یمن سے جب ابتداءً قاصد آئے تو خط دیکھ کر اُن سے فرمایا۔ ابھی صبر کرو اُسکے بعد جو خط آئینگے اُنمیں اِس سے بھی زیادہ سخت خبریں ہونگی اور ہوا بھی یہی، اسکے بعد ہی ہر طرف سے امرائے مسلمین کے مراسلے آنے لگے جنمیں قبائل کے ارتداد اور اُن مظالم کی اطلاع درج تھی جو مرتدوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر ہوتے تھے۔ نواح مدینہ کے قبائل نے مُرتد ہو کر بالاتفاق مدینہ کا رُخ کیا: بنی اسد سمیرا[۵۱] میں۔ فزارہ اور غطفان کا ایک حصہ جنوب مدینہ میں۔ ثعلبہ و مرہ و عبس کا ایک حصہ ابرق[۵۲] میں دوسرا ذوالقصہ[۵۳] میں خیمہ زن ہوا۔ اُسی زمانہ میں حضرت عمرو بن العاص اس راستہ سے مدینہ پہنچے اور بیان کیا کہ دبا سے لیکر مدینہ تک برابر مرتد فوجیں پڑی ہوئی ہیں، ان قبائل نے اس طرح مدینہ کو گھیر کر اپنے قاصد حضرت ابو بکر کی خدمت میں بھیجے۔ یہ آگ کسقدر جلد بھڑکی تھی، اِس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بیعت

[۵۱] سمیرا مکہ کے راستہ میں ایک منزل۔ [۵۲] ابرق بنی ذبیان کا وطن۔ [۵۳] ذوالقصہ مدینہ سے ایک منزل بجانب نجد۔

خلافت کے دسویں روز ایلچی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ مدینہ پہنچکر قاصد مختلف عمائد کے یہاں مقیم ہوئے۔ عم رسول حضرت عباس کی یہ خصوصیت تھی کہ انھوں نے کسی قاصد کو اپنے مکان پر نہیں ٹھہرنے دیا۔ ایلچیوں نے اول ان مسلمانوں سے گفتگو کی جن کے یہاں ٹھہرے تھے۔ اُسکے بعد متفق ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے۔ اور بالاتفاق یہ پیام پہونچایا کہ ہم سے نماز پڑھوالو۔ مگر زکوٰۃ معاف کردو۔ اُن کا پیام سُنکر حضرت صدیق اکبر نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سب نے یہ صلاح دی کہ نرمی مناسب وقت ہے۔ حضرت عمرؓ بھی اس رائے میں شریک تھے۔ اُن کے یہ الفاظ ہیں۔

یاخلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بھم	اے خلیفۂ رسول اللہ لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب اور نرمی کا برتاو کیجیے۔

حضرت ابوبکر نے یہ مشورہ سُنکر حضرت عمر کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام	یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے۔ مسلمان ہو کر ذلیل و خوار
انہ قد انقطع الوحی وتم الدین	بن گئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا دین کمال کو پہونچ چکا۔ کیا
اینقص وانا حیؓ واللہ لاجاھدنھم	میری زندگی میں اُسکی قطع و برید کیجائیگی۔ واللہ اگر (فرض زکوٰۃ میں)
ولو منعونی عقالا۔	ایک رسی کا ٹکڑا دینے سے بھی لوگ انکار کرینگے تو میں جہاد کا حکم دونگا۔

فاروق اعظمؓ کا مقولہ ہے کہ اس کلام کو سُنکر مجھ پر منکشف ہو گیا کہ اللہ نے ابوبکر کا سینہ جہاد کیواسطے کشادہ کردیا ہے۔ صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت صدیق نے جواب کو رالصدر سنا کر ایلچیوں کو ناکام واپس کردیا۔ اسی عرصہ میں جیش اُسامہ مدینہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ قاصد واپس گئے تو انھوں نے مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قلت بیان کی۔ ادھر قاصدوں کو رخصت کرکے حضرت ابوبکر نے مدینہ کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ شہر کے ناکوں پر حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کو مقرر کیا۔ عام اہل مدینہ کو جمع کرکے حکم سنایا کہ عرب میں ارتداد پھیلا ہوا ہے۔ قاصد تمہاری حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے ہیں دشمن کے بعض جتھے تم سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر ہیں معلوم نہیں تم پر کس وقت حملہ کردیں انکو امید تھی کہ ہم اُنکی درخواست منظور کرینگے مگر وہ رد کردیگئی لہذا تمکو ہر وقت مسلح مسجد نبوی میں حاضر رہنا چاہیے۔ اس حکم کے مطابق تمام اہل مدینہ مستعد رہتے تھے۔ قاصد واپس

کی واپسی کے تیسرے دن دشمنوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔ ایک حصہ فوج اُنکی مدد کیواسطے ذی حسی میں تیار تھا۔ جب دشمن کی جمعیت ناکوں پر پہونچی تو محافظ ہوشیار تھے۔ اُنھوں نے حملہ روک کر امیرالمومنین کے پاس اطلاع بھیجی حضرت ابوبکر نے کہلا بھیجا کہ تم اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو، میں فوراً موقع پر آتا ہوں چنانچہ اہل مدینہ کی جمعیت لیکر موقع پر پہونچے اور دشمنوں پر حملہ کیا، مسلمانوں کے حملہ سے کفار کے قدم اکھڑ گئے اور بھاگنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے ذی حسی تک تعاقب کیا، وہاں کی فوج نے پہلے سے بہت سی مشکوں میں ہوا بھر رکھی تھی۔ جیسے ہی مسلمان شتر سوار پہونچے وہ مشکیں سامنے لڑکا دیں اونٹ قدرتاً اُس سے بہت ڈرتا ہے مسلمانوں کے اونٹ ڈر کر پیچھے کو بھاگے۔ اور مدینہ پہونچکر دم لیا۔ مرتدوں نے خیال کیا کہ مسلمان بھاگ گئے اس سے اُنکی جرأت بڑھی۔ ذی حسی کی پُشت پر جو فوج بمقام ذوالقصہ تھی اُسکو بھی آگے بلا لیا اور دشمن کی کل جمعیت ذی حسی میں مدینہ کے قریب جمع ہو گئی۔ حضرت ابوبکر نے اُسی روز دوسرے حملے کا انتظام کیا اور شبا شب کوچ کر کے صبح ہوتے ہوتے مرتدوں کے لشکر پر چھاپہ جا مارا۔ طلوع آفتاب کیوقت دشمن کو ہزیمت ہوئی۔ سردار لشکر حبال (جو طلیحہ مدعی نبوت کا قوت بازو تھا) مارا گیا۔ حضرت ابوبکر نے ذوالقصہ تک تعاقب کیا۔ وہاں حضرت نعمان بن مقرن کو معہ ایک حصہ فوج کے متعین کیا اور خود مدینہ کو واپس چلے آئے۔

اِس شکست سے کفار کا جوش زیادہ بڑھا اور تمام قبائل نے اپنے یہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیکر قتل کرنا شروع کیا۔ اعضا کاٹتے تھے۔ آگ میں زندہ جلاتے تھے۔ اول قبیلہ ذبیان وعبس نے یہ سفاکی شروع کی پھر اُن کے قرب جوار کے تمام قبیلوں میں پھیل گئی جب ان مظالم کی اطلاع حضرت ابوبکر کو ہوئی تو اُنھوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ مسلمانوں کے مصائب کا بدلہ لیا جائیگا۔ ذوالقصہ کی فتح کا مسلمانوں پر یہ اثر ہوا کہ تمام قبائل میں جسقدر مسلمان تھے وہ اسلام پر زیادہ شدت سے قائم ہو گئے اور اُن میں تازہ جوش و عزم پیدا ہو گیا۔ بعض قبائل نے زکوٰۃ کا روپیہ بھیجدیا۔ غرض مختلف تدابیر سے حضرت صدیق اکبر مدینہ کی حفاظت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت اُسامہ کا لشکر مدینہ واپس آگیا۔ اُن کو حفاظت مدینہ پر مامور کر کے حضرت ابوبکر نے کہا کہ اب تم آرام لو ہم دشمن کے مقابلہ پر جاتے

ہیں۔ بقیہ فوج فراہم ہوئی اور اسکے امیر خود خلیفہ رسول اللہ بنے۔ مسلمانوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ آپ خود مہم پر نہ جائیں۔ اگر آپکو صدمہ پہونچ گیا تو اسلام کا سارا انتظام درہم برہم ہو جائیگا۔ اور کسی کو سردار مقرر کرکے بھیجئے وہ کام آئے تو دوسرا مقرر ہو۔ مگر یہ صلاح پذیرا نہ ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر لشکر کو ہمراہ لیکر ذوالقصہ ہوتے ہوئے پرگنہ ربذہ کے ابرق نامی مقام پر پہنچے وہاں دشمن سے مقابلہ ہوا۔ اہل ایمان فتحیاب ہوئے۔ فرمانِ خلافت کے مطابق ابرق مجاہدین کے گھوڑوں کی چراگاہ بنا دیا گیا۔

لشکر اُسامہ آرام لے چکا تھا زکوٰۃ کا روپیہ زیادہ مقدار میں وصول ہونے لگا تھا۔ اسلئے حضرت ابوبکر نے تہیہ فرمایا کہ مرتدوں کا استیصال پوری طرح کر دیا جائے۔ بعد فتح نواح ابرق میں قیام کرکے تمام مرتد قبائل کے مقابلہ کا انتظام فرمایا۔ گیارہ فوجیں مامور کی گئیں کہ مختلف حصص ملک میں جا کر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں۔ اُس زمانہ میں ملازمت کا سلسلہ نہ تھا مسلمانوں کے تمام کام محض رضائے الٰہی کیواسطے ہوتے تھے۔ فوج کا انتظام بھی رضا کار تھا۔ اجتماع لشکر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص امیر لشکر مقرر ہو کر مہم پر مامور ہوتا تھا اور اسکی ہمراہی کے واسطے قبائل نامزد ہو کر احکام جاری کئے جاتے تھے۔ زمانۂ رسالت میں آپ اپنے دست مبارک سے اور دور خلافت میں خلفاء اپنے ہاتھ سے نشان بنا کر سردار کو دیتے۔ اُس نشان کو لیکر امیر پڑاؤ پر خیمہ زن ہوتا اور میعاد معین کے اندر سپاہ نشان کے نیچے آکر فراہم ہو جاتی۔ یا یہ ہوتا کہ امیر نشان لیکر نامزد شدہ قبائل کے قریب سے روانہ ہوتا اور ہر قبیلہ کے فوجی جوان اسکے ساتھ ہوتے جاتے۔ ہتھیار، سواری وغیرہ کی مدد خزانہ سے کیجاتی۔ نیز سپاہی اپنے ہتھیار خود ہمراہ لاتے۔ اُس زمانہ میں عرب کا بچہ بچہ ہتھیار سے آراستہ تھا۔ اسی طرح بمقام ذوالقصہ حضرت ابوبکر نے گیارہ نشان تیار کرکے امراء لشکر کو دیئے۔ اور انکی مدد کیواسطے قبائل مقرر فرمائے۔ ہر سردار کو اسکی مہم اور طرزِ عمل کی بابت پوری ہدایتیں دی گئی تھیں یعنی وہ کس دشمن کا مقابلہ کرے۔ اُس سے فارغ ہو کر کس طرف بڑھے۔ کونسا لشکر کسکی مدد کرے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت خالد طلیحہ کے مقابلہ پر مامور ہوئے۔ حضرت عکرمہ مسیلمہ کے مقابل۔ اسود عنسی کی مہم پر مہاجرین آل زبیر وغیرہ وغیرہ۔ خاص ہدایات کے علاوہ بعض عام احکام تھے جو کل اُمرا کیواسطے دستور العمل تھے۔ ہر فوج کے ساتھ ایک فرمان خلافت تھا جسمیں

مخالفین سے خطاب کیا گیا تھا۔ اور اُن کو مخالفت سے باز آنے اور مسائل اسلام کی جانب رجوع کرنے کی ہدایت و ترغیب تھی۔ اُسمیں یہ بھی درج تھا کہ فلاں سردار مہاجرین و انصار و تابعین کا لشکر لیکر تمہارے مقابلہ پر آتا ہے اُسکو یہ حکم ہے کہ اول کسی سے وہ قتال و جنگ کرے بلکہ دعوت اسلام دے۔ جو قبول کرے اُسکو امن بخشی جائے۔ جو عناد پر قائم رہیں اُن سے لڑے۔ اور پوری شدت کے ساتھ لڑے، اس فرمان کی بابتہ حکم تھا کہ لشکر کے آگے آگے قاصد لیکر جائیں اور لشکر پہونچنے سے پہلے مجمع عام میں پڑھکر سنائیں۔ ذریعۂ اجتماع اذان ہو۔ جو لوگ اذان سُنکر فراہم ہو جائیں اُن کو احکام خلافت سنائے جائیں۔ جو جمع نہ ہوں اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ علاوہ فرمانِ بالا کے ایک ورمراسلہ ہر لشکر کیساتھ تھا جسمیں سردار لشکر کیواسطے احکام تھے۔ تمام مہمات کا بیان باعث طول ہوگا۔ اسلئے صرف دو مہموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک میں نمونہ آشتی ہے۔ دوسرے مین نمونۂ رزم۔

مہم قبیلۂ طے (نمونہ آشتی) حضرت خالد بن ولید کا تقرر طلیحہ مدعی نبوت کے مقابلہ پر ہوا تھا۔ مدعی مذکور کے ساتھ عوام قبیلہ طے کا بڑا مجمع تھا۔ اسلئے حضرت ابو بکر نے حضرت عدی بن حاتم کو اول روانہ کیا کہ اپنے قبیلہ کو فہمائش کر کے تباہی سے بچائیں۔ آگے آگے حضرت عدی اور اُنکے پیچھے لشکر اسلام روانہ ہوا۔ حضرت عدی نے منزل مقصود پر پہنچکر اپنے قبیلہ کو جمع کیا اور فہمایش کی لیکن بے سود۔ دوبارہ پھر سمجھایا۔ اسمرتبہ نصیحت کارگر ہوئی۔ وعدہ اطاعت کے ساتھ اُنھوں نے یہ درخواست کی کہ ہمکو اتنی مہلت دیجائے کہ اپنے اہل و عیال کو طلیحہ کے لشکر سے نکال لائیں ورنہ ہماری اطاعت کی اُن پر مصیبت پڑیگی۔ ہماری واپسی تک خالد کا لشکر روک دیا جائے۔ حضرت عدی نے یہ پیام حضرت خالد کو پہنچایا۔ تین روز کی مہلت منظور ہوئی۔ اس عرصہ میں قبیلۂ طے کے آدمی اپنے اہل و عیال کو لشکر طلیحہ سے ترکیب کے ساتھ لے آئے اور تجدید اسلام کے بعد حضرت خالد کے پاس حاضر ہو گئے اس طرح یہ مہم حسن و خوبی کے ساتھ بغیر خونریزی کے طے ہو گئی مہم طے کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالد نے قبیلہ جدیلہ کیطرف رُخ کیا حضرت عدی نے کہا کہ قبیلہ طے مثل ایک پرندہ کے ہے جس کا ایک بازو جدیلہ ہے مجھ کو اجازت دو کہ اُن کو جا کر فہمائش کروں۔ اجازت ملی اور حضرت عدی نے کوشش بلیغ

کے ساتھ سمجھایا نتیجہ حسب مراد نکلا۔ جب حضرت خالدؓ اس مہم سے فارغ ہو کر آگے بڑھے تو قبیلہ طے کے ایک ہزار سوار اُنکے ہمرکاب نصرت اسلام کیلئے کمربستہ تھے۔ مورخین نے عدیؓ کی مساعی کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے

وکان خیر مولود ولد فی ارض طے واعظم برکۃ علیہم — وہ قبیلہ طے کے بہترین فرزند تھے جنکی وجہ سے برکت عظیم نازل ہوئی۔

طُلیحہ نے حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر شکست کھائی اور شام کو بھاگ گیا۔ وہاں پہنچکر دوبارہ اسلام لایا۔ ایک مرتبہ خلافت صدیقی کے زمانہ میں طُلیحہ ادائے عمرہ کو مکہ جاتا تھا۔ جب مدینہ کے کنارے پر پہنچا تو کسی نے جھپٹ کر حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع کی کہ طُلیحہ جا رہا ہے۔ سُنکر فرمایا اب وہ داخل اسلام ہو چکا۔ اُس سے کچھ تعرض نہیں کیا جا سکتا۔ جانے دو۔ خلافت فاروقی میں طُلیحہ نے مدینہ آکر بیعت کی۔

مسیلمہ کذاب (معرکہ رزم) اگرچہ مرتدین کے تمام معرکے نہایت سخت اور حوصلہ فرسا تھے مگر مسیلمہ کذاب کا معرکہ شدت و قوت میں سب سے بڑھکر تھا۔ مُسیلمہ کا قبیلہ بنو حنیفہ تھا اور وطن یمامہ واقع ملک نجد اُس کا یہ دعویٰ تھا کہ مجھ کو رسول اللہ نے شریک رسالت کر لیا ہے۔ اس دعوے کی تائید کیلئے نہار نامی ایک شخص اُسکے ہاتھ آگیا۔ نہار نے مدینہ میں شرف حضوری سے مشرف ہو کر قرآن و مسائل دین کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جب مسائل ضروری حاصل کر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا کہ یمن جا کر تائید اسلام اور مُسیلمہ کی تردید کی خدمت انجام دے۔ بدبخت یمن پہنچکر مُسیلمہ سے ملگیا اور برملا اعلان شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنا ہے کہ مُسیلمہ شریک نبوت ہے۔ اس سے ہزاروں آدمی گمراہ ہو گئے۔ اذان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا جاتا تھا جب مُسیلمہ تکبیر کے وقت شریک نماز ہوتا تو مؤذن سے کہتا "اشہد ان محمد ارسول اللہ" خوب زور سے کہو۔ مسجع مہمل عبارتیں لوگوں کو سناتا اور کہتا یہ وحی ہے۔ شراب و زنا کی حلت کا اعلان کر دیا تھا۔ ایسے اسباب سے مُسیلمہ کا زور روز بروز ترقی کرتا رہا۔ جب مدعیہ نبوت سجاح سے مُسیلمہ نے نکاح کر لیا تو اسکے لشکر سے مُسیلمہ کو مزید شوکت حاصل ہوئی۔ بارگاہ خلافت سے دو لشکر مُسیلمہ کے مقابلہ پر نامزد ہوئے تھے۔ ایک حضرت عکرمہؓ کی زیر امارت۔ دوسرا حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کی ماتحتی میں۔ ان دونوں لشکروں نے یکے بعد دیگرے شکستیں کھائیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ کو ان ہزیمتوں کی اطلاع پہونچی تو دونوں شکست خوردہ میروں

کو دوسری مہموں پر مقرر کیا اور مسیلمہ کے مقابلہ کا حضرت خالد کو (جو مہم طلیحہ سے کامیابی کیساتھ فارغ ہو چکے تھے) حکم دیا۔ اُن کی کمک کیواسطے تازہ دم جمعیت روانہ کی۔ اس جمعیت میں انصار کے سردار حضرت ثابت بن قیس اور مہاجرین کے امیر حضرت زید بن خطاب (فاروق اعظم کے بھائی) بھی تھے۔ جب حضرت خالد یمامہ پہونچے ہیں تو مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تک ترقی کر چکی تھی۔ مسیلمہ نے حضرت خالد کی آمد کی خبر سنی تو آگے بڑھکر عقربا نامی مقام پر پڑاؤ کیا۔ اسی میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا۔ جب دونوں جانب صفوف جنگ آراستہ ہولیں تو سب سے اول نہار میدان میں آ کر مبارز طلب ہوا۔ حضرت زید بن خطاب اُسکے مقابلہ پر گئے۔ بعد مقابلہ نہار مارا گیا۔ اسکے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ رن اس زور کا پڑا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور جمعیت پریشان ہوگئی۔ مسیلمہ کے لشکر نے تعاقب کیا اور دباتا ہوا خود حضرت خالد کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ حضرت خالد کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔ اُم تمیم حضرت خالد کی بی بی خیمہ کے اندر تھیں کفار نے ان کو قتل کرنا چاہا۔ مجاعہ نے روکا اور کہا :۔

نعمت الحرۃ ھذہٖ — یہ بہت اچھی آزاد بی بی ہیں

عورتوں کو کیا مارتے ہو مردوں کا مقابلہ کرو۔ یہ سُن کر مسیلمہ کے سپاہی خیمہ کی طنابیں کاٹ کر ہٹ گئے اس نازک اور حوصلہ فرسا موقع پر مسلمان اُمرا لشکر نے اپنی شکست خوردہ فوج کی جمعیت قائم کرنیکی کوشش جس قوت ایمانی کے ساتھ کی وہ قیامت تک صفحات تاریخ پر یادگار رہیگی۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے جانیں مردانہ وار اسلام پر قربان کرکے فوج کو غیرت دلائی اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ حضرت قیس بن ثابت نے مفرورین کو مخاطب کرکے کہا :۔

بئسما عودتم انفسکم یا معشر المسلمین اللھم انی ابرأ الیک مما یعبد ھؤلاء (یعنی اھل الیمامۃ) وابرأ الیک مما یصنع ھؤلاء (یعنی المسلمین) ھکذا عنی حتی اریکم الجلاء

اے گروہ اہل اسلام تم نے اپنے نفوس کو بُری عادت سکھائی اے اللہ میں تیرے سامنے اُنکے (یعنی اہل یمامہ) معبود سے اور اُن کی (یعنی مسلمانوں کی) اُس حرکت سے جو اسوقت کر رہے ہیں اظہار نفرت کرتا ہوں۔ مسلمانو دیکھو حملہ یوں کیا کرتے ہیں۔

۱؎ مورخ طبری نے اس لڑائی کی بابتہ لکھا ہے لم یلق المسلمون حرباً مثلھا قط مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہ آیا۔

یہ کہکر حملہ کیا۔ ایک دشمن کی ضرب سے اُس کا پانوں کٹ گیا۔ وہی کٹا ہوا پانوں لیکر اس زور سے مارا کہ اپنے حریف کا کام تمام کر دیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔ مسلمان ہٹتے ہٹتے جب اپنے خیموں سے بھی پیچھے ہٹ گئے تو حضرت زید بن خطاب نے یہ کہکر اُن کو روکا:۔

لا تحوز بعد الرحال والله لا اتکلم الیوم حتے	خیموں سے ہٹ کر کہاں جاؤ گے واللہ آج میں اُس وقت تک
اھزمھم او القی الله فاکلمہ الحجتی غضوا ابصارکم	کلام نہیں کروں گا کہ یا دشمن کو شکست دوں یا خدا کے سامنے
وعضوا علی اضراسکم واضربوا فی عدوکم	پہنچکر اپنی معذرت پیش کروں۔ اے لوگو مصائب برداشت کرو
وامضوا قدماً۔ یا معشر المسلمین۔ انتم	ڈھالیں تھام لو اور دشمن پر جا پڑو اور قدم بڑھاؤ اور اے گروہ
حزب الله وھم احزاب الشیطان والعزۃ	اہل اسلام تم خدا کی جمعیت ہو۔ تمہارے دشمن شیطانی لشکر۔
لله ولرسولہ ولاحزابہ۔ ارونی کما	غلبہ خدا۔ اسکے رسول۔ اور اسکے انصار کے واسطے ہے۔ میری
اریکم فاصنعوا کما اصنع۔	مثال کی پیروی کرو جو میں کرتا ہوں وہی تم بھی کرو۔

یہ کہکر شمشیر بکف کفار پر حملہ کیا اور شہادت سے سُرخ رو ہوئے۔ حضرت ابو حُذیفہ نے للکار کر کہا:۔

یا اھل القرآن زینوا القرآن بالفعال	اے قرآن والو قرآن کی زینت عمل سے بڑھاؤ

یہ کہکر دشمن پر حملہ کیا اور شہید ہوئے حضرت زید بن خطاب کے بعد حضرت براء بن مالک (حضرت انس خادم رسول اللہ کے بھائی) آگے بڑھے اُن کی عادت عجیب تھی جب میدانِ جنگ کا عزم کرتے بدن پر لرزہ طاری ہوتا۔ آدمی اُن کو دبا لیتے۔ جب یہ حالت گذر لیتی تو میدانِ جنگ میں آکر شیر کی طرح بپھرتے۔ اُس روز بھی یہی ہوا۔ مسلمانوں کی شکست دیکھکر اُن کو جوش آیا اور لرزہ سے فارغ ہوکر میدان میں پہنچکر للکارے:۔

این یا معشر المسلمین البراء بن مالک ھلم الیّ	اے گروہ مسلمین۔ کدھر کا ارادہ کیا۔ میں براء بن مالک ہوں میری طرف آؤ

اِن ترغیبوں اور شہادتوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے میدان کیطرف پلٹ کر تازہ جوش کے ساتھ پھر حملہ کیا۔ اِس حملہ سے دشمن کے قدم ڈگمگا گئے۔ اور اُس مقام تک ہٹ گیا جہاں مُسیلمہ کا مشہور سردار محکم بن الطفیل اپنی قوم کو لئے کھڑا تھا۔ اُس نے للکار کر اپنے لشکر کو غیرت دلائی اور مسلمانوں پر حملہ کیا

عین اسی حالت میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی شصت سے تیر قضا چھوٹا جس نے محکم کی گردن میں لگ کر کام تمام کر دیا۔ اس سے مسلمانوں کی ہمت اور زیادہ بڑھی اور زور سے ہلہ کیا اور اعدا کو حدیقہ تک ہٹا لیگئے۔ یہ مقام چاردیواری سے محصور تھا اور اسکے وسط میں مسیلمہ قلب لشکر میں قدم جمائے کھڑا تھا۔ دشمنوں نے حدیقہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت براء بن مالک نے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر اندر پھینک دو۔ مگر کسی نے اسکی جرأت نہ کی۔ آخر انھوں نے قسم دلائی مجبور ہو کر لوگوں نے اُن کو اٹھا کر دیوار پر پہنچا دیا۔ وہ نیچے کودے اور جانبازی کرکے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھل جانے پر مسلمانوں نے پر حملہ کیا مگر مسیلمہ نے جگہ سے جنبش نہیں کی۔ یہ دیکھکر حضرت خالد نے اپنے لشکر کو دوسری ترتیب سے قائم کیا اور حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ ہو کر اپنے اپنے نشان کے نیچے لڑے تاکہ ہم دیکھیں کہ ہماری کمزوری کس گروہ کیوجہ سے ہے۔ اس حکم پر ہر قبیلہ سمٹ کر اپنے نشان کے نیچے آگیا اور نہایت بیجگری کے ساتھ دوبارہ حملے شروع ہوئے۔ اب لڑائی اسقدر شدید ہوئی کہ پہلے معرکے گرد ہو گئے۔ سب سے زیادہ نقصان گروہ مہاجرین و انصار کو پہنچا۔ ان حملوں پر بھی مسیلمہ ثابت قدم رہا۔ وہ وسطِ لشکر میں مرکز کارزار بنا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے اس حالت کو جانچا اور فیصلہ کیا کہ جبتک مسیلمہ کا خاتمہ نہ ہوگا لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ خیال کرکے خود صف سے نکلے اور حریف مقابل طلب کیا۔ اس شمشیر برہنہ کے سامنے جو آیا اڑ گیا۔ آخر صفوں کو چیرتے اور مقابلہ کرنے والوں کو کاٹتے ہوئے مسیلمہ تک جا پہونچے اور اس سے گفتگو کرکے حملہ کیا۔ حضرت خالد کے ہلّہ سے مسیلمہ کے قدم ڈگمگائے اور اسکے لشکر میں فی الجملہ تزلزل پیدا ہوا۔ یہ دیکھ کر سپہ سالار اسلام نے للکار کر کہا مسلمانو! ثابت قدم رہو، ایک مردانہ ہلّہ اور دشمن کو مار لیا۔ اس للکار پر جو حملہ حق پرستوں نے کیا وہ اتنا زبردست تھا کہ مسیلمہ کا لشکر تاب نہ لاسکا۔ قدم اکھڑ گئے اور میدان سے بھاگنے لگا۔

جب اہل ارتداد کو ہزیمت ہوئی تو لوگوں نے مسیلمہ سے کہا کہ آخر آسمانی مدد کے وعدوں کا کیا حشر ہوا۔ اسنے جواب دیا کہ اپنا ننگ و ناموس[۱] بچانا ہے تو بچالو۔ اسی حالتمیں وحشی قاتل حضرت حمزہ نے اپنا

[۱] مسیلمہ کے باطل پرست ہونیکی یہ بیّن دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ ننگ و ناموس کی غیرت دلا کر فوج کو لڑاتا تھا۔ اگر حق پرست ہوتا تو حق کا واسطہ

حربہ پھینک کر مُسیلمہ کے مارا جس کے صدمہ سے وہ گرا۔ گرا تو ایک انصاری نوجوان نے سر کاٹ لیا۔ دشمن کی فوج میں ایک شور پڑ گیا کہ مُسیلمہ کو ایک حبشی نے مار ڈالا۔ یہ سُنکر اہل باطل کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔ اور بے تحاشا بھاگے لشکرِ اسلام مظفر و منصور ہوا۔ مورّخ طبری نے لکھا ہے کہ حدیقہ کے قرب جوار میں دس ہزار مرتد مارے گئے اسلئے اس کا نام "حدیقۃ الموت" مشہور ہے۔ مُسیلمہ کے قتل کی خبر سُن کر حضرت خالدؓ اس مقام پر آئے جہاں وہ مارا گیا تھا اور لاش تلاش کی۔ مجاعہ پابجولاں ساتھ تھا اُس نے پہچان کر بتائی۔ کوتہ قد۔ زرد رُو۔ لانبی ناک کا آدمی تھا۔ اس معرکہ میں مدینہ کے مہاجرین و انصار تین سو اور بیرون مدینہ کے تین سو شہید ہوئے باقی مسلمان انکے علاوہ۔ بعد فتح حضرت خالدؓ نے مدینہ کو مژدہ فتح بھیجا۔ قاصد کے ساتھ بنی حنیفہ کا وفد بھی تھا۔ جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ نے اُن سے کہا افسوس تمہارے حال پر تم کس وبال میں مبتلا ہو گئے۔ شرمندگی سے جواب دیا آپنے جو کچھ سُنا سب سچ ہے۔ پوچھا آخر اُسکی تعلیم کیا تھی۔ کہا اُسکی وحی کا نمونہ یہ ہے :-

یا ضفدع نقی نقی لا الشارب تمنعین و لا الماء	اے مینڈک تو پاک ہے نہ پانی پینے والوں کو روکتا ہے
تکدرین۔ لنا نصف الارض و لقریش	نہ پانی کو گدلا کرتا ہے۔ آدھا ملک ہمارا اور آدھا قریش
نصفہٗ۔ و لکنّ قریشاً قوم یعتدون	کا۔ لیکن قریش تو ظالم قوم ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ کلام بلاغت نظام سُنکر کہا :-

سبحان اللہ و یحکم أھذا الکلام	سبحان اللہ تمہارے حال پر افسوس، کیا یہی کلام الٰہی ہے۔ یہ کلام
لم یخرج من الٍ و لا بر، فاین یذھب بکم	تو شان ربانی نہیں رکھتا۔ تم کو کہاں کھینچ لے گیا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں نے اسی طرح ہر موقع پر جاں بازی کے جوہر دکھائے نتیجہ یہ ہوا کہ باستثنا بعض خفیف مہموں کے اہل ردہ کے تمام معرکے ۱۱ھ میں ختم ہو گئے اور ۹ مہینہ کے قلیل عرصہ میں وہ سیلاب فرو ہو گیا جو نواح مدینہ سے لیکر بحرین و عمان تک پھیلا ہوا تھا۔ فجزی اللہ ابا بکر و جنودہ عن المسلمین خیرا لجزاء

مہم عراق طوفان ارتداد کے فرو ہو جانیکے بعد حضرت ابو بکرؓ نے فوراً اپنی توجہ اُن دو زبردست دشمنوں کیجانب مائل کی جو مسلمانوں کو گھیرے ہوئے اسلام کی تباہی کی فکر میں تھے یعنی رُوم و فارس۔ خلیفہ

رسول اللہ کو کسقدر اہتمام ان مہموں کا تھا واقعہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ حضرت صدیق مذکورہ بالا مہموں کے انتظام میں مصروف تھے۔ ایک صحابی نے اپنے قبیلہ کا کوئی معاملہ پیش کرنا چاہا۔ غصہ ہو کر جواب دیا کہ میں تو اُن دو شیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی جانب مائل کرتے ہو سنہ ۷ھ کے آغاز میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے مراسلے سلاطین عالم کے نام جاری فرمائے تو ایک مراسلہ خسرو پرویز پادشاہ ایران کے پاس بھی روانہ فرمایا۔ قاصد حضرت عبداللہ بن خدافہ تھے۔ نامہ شریف حسب ذیل تھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ وادعوک بدعاء اللہ فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیًا ویحق القول علی الکافرین فاسلم تسلم فان ابیت فان اثم المجوس علیک۔

شروع خدا کے نام سے جو بڑا مہربان بخشنے والا ہے

محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بادشاہ فارس کے نام اس کو سلام جو سیدھی راہ پر چلے اور خدا اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود سوا خدا کے نہیں ہے۔ وہ یگانہ ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں اور محمد اس کا بندہ و رسول ہے۔ اور میں تجھکو خدا کا فرمان پہونچاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں تمام انسانوں کے پاس اُس کا ایلچی ہو کر آیا ہوں میری رسالت کا مقصود یہ ہے کہ جن کے دل زندہ ہیں اُن کو خدا سے ڈراؤں اور جو انکار پر قائم رہیں اُن پر حجت الٰہی تمام ہو تو اسلام لے آ۔ سلامت رہیگا۔ اگر انکار کریگا مجوس کا گناہ تیری گردن پر رہے گا۔

خسرو نے فرمان مبارک پڑھ کر پارہ پارہ کر دیا اور باذان صوبہ دار یمن کو لکھا کہ دو تیز رو آدمی بھیجو تاکہ حجاز میں جو شخص ہو اُسکو پکڑ کر یہاں لے آئیں۔ باذان نے اپنے قہرمان بابویہ کو (جو اُس کا منشی اور فارسی خط کتابت میں ماہر تھا) اور خرخرہ نامی ایرانی کو مدینہ بھیجا۔ اور ایک تحریر آپکے نام اس مضمون کی بھیجی کہ ان دو آدمیوں کے ساتھ خسرو کے پاس چلے آؤ۔ قاصد براہ طائف مدینہ پہونچے عرب میں اس سفارت کی بڑی شہرت ہوئی۔ اور قریش اس خیال سے بہت خوش ہوئے کہ اب شہنشاہ ایران کی بدولت مسلمانوں کو مصیبت سے نجات ملجائیگی۔ خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بابویہ نے

سلسلۂ کلام یوں شروع کیا۔

شاہنشاہ ملک الملوک کسریٰ کا شاہ یمن کو یہ حکم ہے کہ تم کو اُس کے پاس بھیجدے۔ میں بادشاہ یمن کا فرستادہ ہوں اگر تم میرے ساتھ چلوگے تو شاہ یمن تمہاری سفارش شاہنشاہ کے دربار میں کریگا۔ جس سے تم کو نفع پہونچیگا، اگر چلنے سے انکار کروگے تو تم شاہ یمن کو جانتے ہو وہ تم کو اور تمھارے ملک کو برباد کر دیگا۔

اِن قاصدوں کی داڑھی منڈی ہوئی تھی، مونچھیں بڑی بڑی تھیں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے چہرے کی طرف بہ نگاہ نفرت دیکھا اور فرمایا افسوس تمپر تم نے یہ صورت کس کے حکم سے بنائی ہے۔ جواب دیا کہ اپنے پروردگار کسریٰ کے حکم سے آپنے فرمایا مگر میرے پروردگار کا مجھ کو یہ حکم ہے کہ داڑھی بڑھاؤں مونچھیں تراشوں۔ اچھا اب ٹھہرو کل میرے پاس آنا۔ دوسرے روز طلب کرکے فرمایا کہ تمھارے کسریٰ کو اسکے بیٹے شیرویہ نے فلاں شب قتل کر دیا، جاؤ اور اپنے آقا کو خبر دو۔ اور کہدو کہ میرا دین اور میری حکومت عنقریب ملک کسریٰ میں پہونچتی ہے اور دنیا کے کناروں پر جاکر ٹھہرے گی یہ بھی کہدینا کہ اگر تم اسلام لے آؤگے تو تمھارا ملک تمھارا تخت چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اپنی قوم پر حاکم رہوگے۔ یہ فرماکر خرخرہ کو ایک طلائی پیٹی (جو کسی بادشاہ نے بطور تحفہ آپکی خدمت میں بھیجی تھی) عطا فرمائی اور رخصت کر دیا۔ باذان نے جب کلام مبارک سُنا تو کہا خدا کی قسم یہ بادشاہوں کا سا کلام نہیں ہے۔ اس کا قائل نبی معلوم ہوتا ہے۔ چند روز کے بعد خسرو کے قتل اور شیرویہ کی تخت نشینی کی خبر باضابطہ یمن میں آگئی۔ شیرویہ نے یہ بھی لکھا کہ نبی عربی سے کچھ مزاحمت نہ کیجائے۔ آخر عہد نبوت میں باذان نے اسلام قبول کرلیا۔ اور جو ایرانی یمن میں تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ خسرو پرویز کے قتل کے بعد ایران میں خانہ جنگی و بدنظمی کا دور دورہ رہا۔ چند ہی سال کے عرصہ میں بارہ تیرہ بادشاہ تخت نشین ہوئے جن میں بعض عورتیں بھی تھیں۔ اس تغیر و تبدل سے بدامنی و فساد کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ خلافت صدیقی میں ایران کیطرف سے حاکم عراق ہرمز تھا جسکو عربوں سے سخت عداوت تھی اور ہمیشہ برسر پرخاش رہتا، اہل عرب بھی اُس سے نفرت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اسکی سختی اور شرارت ضرب المثل ہو گئی تھی " اکفر من

ھرمز و اخبث من ھرمز۔"

اہل ایران کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی فکر حضرت ابو بکر کو ابتداء سے تھی لیکن کچھ روز ارتداد کے انسداد کیوجہ سے مہلت نہ ملی۔ اسی عرصہ میں حضرت مثنیٰ عراق سے مدینہ آئے اور حضرت صدیق سے کہا کہ اگر آپ مجھ کو میرے قبیلے کی امارت پر مقرر کر دیں تو میں مسلمانوں کو ان اہل ایران کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہوں جو میری سرحد پر ہیں۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور حضرت مثنیٰ نے عراق واپس جا کر ایرانیوں سے آویزش شروع کی۔ اس طرح ایک حد تک ادھر کی بے اعتدالیوں کا سد باب ہو گیا۔ آخر کار اہل ارتداد کیطرف سے اطمینان حاصل ہوا یمامہ کی مہم سر ہوئی مسیلمہ کام آیا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو طلب کر کے دس ہزار فوج کیساتھ اہل فارس کے مقابلہ پر مقرر کیا۔ علاوہ اس لشکر کے آٹھ ہزار سپاہ حضرت مثنیٰ وغیرہ ان چار سرداروں کے پاس اور تھی جو پہلے سے مامور تھے۔ اس طرح جملہ اٹھارہ ہزار فوج مہم عراق پر متعین ہوئی۔ حضرت خالد کو یہ ہدایت تھی کہ عراق کے نشیبی حصہ سے بڑھکر اول ابلہ پر حملہ کریں۔ یہ مقام اس موقع کے متصل تھا جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ اس زمانے میں ہندوستان کا وہی بندر تھا اور اس کے ذریعہ سے ہرمز سمندر میں ہندوؤں کے ساتھ لڑتا رہتا تھا۔ دوسرے لشکر کو حکم تھا کہ عراق کے بالائی حصہ سے حملہ آور ہو۔ اور دونوں لشکر فتح کرتے ہوئے حیرہ[1] پر آکر ملجائیں اور شہر مذکور پر متفقہ حملہ کریں۔ جو سردار لشکر وہاں اول پہنچے وہی تمام فوج کا امیر ہوگا۔ جب حیرہ فتح ہو جائے تو ایک حصہ لشکر وہاں قیام کر کے عقب کی حفاظت کرے۔ دوسرا حصہ خدا اور مسلمانوں کے دشمن اہل فارس کے دارالسلطنت مدائن پر بڑھے۔ حضرت خالد کو یہ بھی ہدایت تھی کہ زراعت پیشہ رعایا کو پریشان نہ ہونے دیں۔ امن کے ساتھ بدستور اراضی پر قابض رکھیں اور کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچائیں مقابلہ صرف ان لوگوں سے کیا جائے جو میدان میں آکر لڑیں۔ اس ہدایت کا تمام مہمات عراق میں پورا لحاظ رکھا گیا۔

حضرت خالد کی مہم محرم ۱۲ھ ہجری میں روانہ ہوئی۔ حسب ہدایت اول ابلہ کی جانب رخ کیا یہ بندر ایران کی تمام بندرگاہوں سے زیادہ پر شوکت اور مستحکم تھا۔ ہرمز سلطنت فارس کے اول درجہ کے امرا میں تھا جس کی علامت یہ تھی کہ لاکھ روپے کی قیمت کا تاج پہنتا تھا۔ لڑائی سے پہلے حسب ذیل خط ہرمز کے نام بھیجا گیا۔

[1] حیرہ کوفے سے تین منزل تھا۔ خورنق عمارت مشہور اسی شہر میں تھی۔

اما بعد اسلم تسلم او اعتقد لنفسک وقومک الذمۃ واقرر بالجزیۃ والا فلا تلومن الا نفسک فقد جئتک بقوم یحبون الموت کما تحبون الحیوۃ۔	بعد حمد وثناء اسلام لے آؤ سلامت رہو۔ ورنہ اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے جزیہ کا اقرار کر کے مسلمانوں کی پناہ میں آجاؤ۔ یہ بھی نہیں تو پھر تمہارا ہی قصور ہے۔ میں وہ آدمی لیکر آیا ہوں جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسی تم کو زندگی۔

ہرمز نے یہ خط پڑھ کر کسریٰ اور ولی عہد کو اطلاع کی اور فراہمی لشکر کا اہتمام شروع کیا۔ چند ہی روز میں نہایت سرعت کے ساتھ "اڑان کھٹو" (سرعان اصحابہ) لیکر حضرت خالد کے مقابلہ پر روانہ ہوا اول کو اظمہ پہونچا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان حفیر میں ہیں۔ وہاں پہونچا تو سپہ سالار اسلام نے لشکر کاظمہ میں لا ڈالا۔ ہرمز کو کاظمہ آنا پڑا۔ اس تگ و دو میں ایرانی لشکر خوب خستہ ہوگیا۔ کاظمہ کے پڑاؤ پر آتش پرست فوج پانی کے کنارے مقیم ہوئی۔ مجوسیوں نے بھاگنے کے خوف سے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا حضرت خالد ہرمز کی آمد کی خبر سنکر مقابلہ پر آئے لشکر اسلام کے اترنے کیواسطے وہ جگہ باقی تھی جہاں پانی نہ تھا مسلمانوں کو تامل ہوا تو حضرت خالد نے منادی کرادی کہ یہیں اترو اور لڑ کر پانی پر قبضہ کرلو۔

فلعمری لیصیرن الماء لاصبر الفریقین واکرم الجلدین	میری جان کی قسم پانی اُس کا ہے جو دونوں حریفوں میں زیادہ ثابت قدم اور جوان مرد ثابت ہو۔

یہ سنکر مسلمانوں نے وہیں پر سامان اُتار دیا۔ اُدھر سامان اُتارا تھا کہ ادھر حضرت خالد نے ہلہ کا حکم دیا۔ میدان کارزار گرم ہونے پر ہرمز نے دھوکے سے چند آدمی کمین گاہ میں چھپا کر حضرت خالد کو اپنے مقابلہ پر طلب کیا۔ یہ جیسے پہونچے ویسے ہی آدمیوں نے نکلکر وار کیا۔ حضرت خالد نے اُن کا وار خالی دیا اور دلیرانہ ہرمز پر حملہ کر کے کام تمام کردیا۔ ہرمز کے قتل کے بعد معرکہ جنگ میں اور زیادہ شدت ہوئی بہت سے کشت و خون کے بعد ایران کے لشکر نے ہزیمت پائی۔ مسلمان مظفر و منصور ہوئے۔ رات تک مفرورین کا تعاقب ہوتا رہا۔ زنجیریں میدان سے فراہم کیگئیں تو ایک شتر بار (تخمینا) وزن نکلیں اسیوجہ سے اس معرکہ کا نام ذات السلاسل ہے۔ مدینہ مژدہ فتح پہونچا تو حضرت ابوبکر نے ہرمز کا تاج حضرت خالد کو عطا فرمادیا۔ اسلام کا مسئلہ ہے کہ خاص خاص معرکہائے جنگ میں جو مسلمان اپنے حریف کو قتل کرے اُسکے بدن کا سامان وہی لے لے۔ مال غنیمت کے ساتھ ایک ہاتھی بھی مدینہ آیا اور خلیفہ کے حکم سے شہر میں پھرایا گیا۔ بڑھیاں دیکھتیں اور حیرت سے کہتیں :۔

اَمِنْ خَلْقِ اللّٰہِ مَا نَرٰی   کیا جو ہمارے آنکھوں کے سامنے ہے خدا کی مخلوق ہے

گشت کے بعد عراق کو واپس بھیجدیا گیا۔حفیر کی جنگ کے بعد مذار کا معرکہ پیش آیا۔ یہ واقعہ پہلے سے زیادہ شدید تھا۔کسریٰ کے حکم سے تازہ دم فوجیں مدائن سے آکر اس مہم میں شریک ہوئی تھیں فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اسی لڑائی میں خواجہ حسن بصری کے والد حبیب گرفتار ہوئے تھے۔خلاصہ یہ کہ یکے بعد دیگرے ولجہ۔الیس۔یوم المقر۔حیرہ۔عین التمر۔دومتہ الجندل۔انبار۔حصید۔مضیخ۔ثنی۔زمیل فراض۔کے معرکے پیش رو سے زیادہ سخت تھے۔عراق چونکہ سلطنت فارس کا مستقر تھا اور مدائن دارالسلطنت اسی صوبہ میں (قریب بغداد) واقع۔اسلئے اہل فارس نے نہایت جان بازی و دلیری سے مقابلے کئے۔لیکن حضرت خالد سیف اللہ کی شمشیر بُراں کے سامنے ہر جگہ سر جھکانا پڑا۔سپہ سالار اسلام نے اس سرعت و جلادت سے حملے کئے کہ دشمن کو دم لینے کی مہلت نہ ملی۔اور چند ہی روز میں میدان صاف ہوگیا۔مورخ طبری نے حضرت خالد کی نسبت لکھا ہے:۔

وکان قلیل الصبر اذا راٰہ او سمع بہ   یعنے جب وہ موقع جنگ دیکھتے یا لڑائی کی خبر سنتے تو پھر صبر نہ ہوتا

حیرت یہ ہے کہ باوجود اسقدر مہمات سر کرنے کے اسی قلیل زمانے میں انھوں نے ملکی انتظامات بھی کئے۔عمال مقرر کئے۔وصول خراج کا بندوبست کیا۔کاشتکاروں اور زمینداروں کو امن دیکر لگان کے معاہدے کئے۔ایرانیوں نے شروع میں ان فتوحات کو عرب کی معمولی لوٹ مار خیال کیا تھا لیکن جب مسلمانوں کا عزم اور انصاف اور برتاؤ کی خوبی دیکھی تو اپنے اپنے گھروں میں باطمینان واپس آگئے۔ ہر پرگنہ اور علاقہ کے باشندوں نے اپنے قایم مقام بھیجکر جزیئے کے معاہدے کئے اور معاہدے کے بعد پورے اطمینان کے ساتھ کاروبار میں مصروف ہوگئے۔

حضرت خالد کے دو فرمان یہاں نقل کئے جاتے ہیں جن سے اُس منصفانہ طرز عمل کا پتہ لگتا ہے جو مسلمانوں نے عراق میں اختیار کیا تھا۔نقل فرمان بنام صلوبا السوادی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
من خالد بن الولید لابن صلوبا السوادی و منزلہ بشاطی الفرات انک اٰمن بامان اللہ	خالد بن ولید کی جانب سے بنام صلوبا سوادی ساکن کنارہ فرات۔تو اللہ کی پناہ میں ہے۔قبول جزیئے کے

علی حقن ذمتك باعطاء الجزیة وقد اعطیت عن نفسك وعن اهل خرجك وعن جزیرتك ومن کان فی قریتك بانقیاد وبارو سما الف درهم فقبلتها منك ورضی من معی من المسلمین بها منك ولك ذمة الله وذمة محمد صلی الله علیه وسلم وذمة المسلمین علی ذلك۔ وشهد هشام بن الولید۔

بعد تیری جان بخشی گئی۔ تو نے اپنی ذات، اپنی رعایا، اپنے جزیرے اور بانقیاد اور بارو سما کی جانب سے ایک ہزار درہم جزیہ دیا، میں نے اس کو قبول کیا اور جو مسلمان میرے ساتھ ہیں۔ انھوں نے اتفاق کیا۔ اس کے عوض میں تو اللہ کی، محمد صلے اللہ علیہ وسلم، اور مسلمانوں کی پناہ میں آگیا۔ ہشام ولید گواہ ہوا۔

اہل حیرہ کے نام معاہدہ ربیع الاول ۱۲ھ ہجری میں لکھا گیا:۔

بسم الله الرحمن الرحیم

هذا ما عاهد علیه خالد بن الولید عدیا وعمرا ابنی عدی وعمرو بن عبد المسیح وایاس بن قبیصه وحیری بن اکال وهم نقباء اهل الحیرة ورضی بذلك اهل الحیرة وامرهم به عاهدهم علی تسعین ومائة الف درهم تقبل فی کل سنة جزاءً عن ایدیهم فی الدنیا رهبانهم وقسیسهم الا من کان منهم علی غیر ذی ید جیسا عن الدنیا تارکا لها وعلی المنعة فان لم یمنعهم فلا شیء علیهم حتی یمنعهم وان غدروا بفعل او بقول فالذمة منهم بریئة۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن ولید نے عدی اور عمر پسران عدی اور عمرو بن عبد المسیح اور ایاس بن قبیصہ کے ساتھ کیا یہ لوگ اہل حیرہ کے مقبول و مقرر کردہ قائم مقام ہیں یہ قرارداد ہے کہ ہر سال ایک لاکھ نوے ہزار درہم بطور جزیہ وہ لوگ ادا کرینگے جو دنیاوی مقدرت رکھتے ہوں اور رہبان اور قسیس نگروہ لوگ مستثنےٰ ہیں جو مفلس ہوں دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں۔ بنیاد معاہدہ حفاظت ہے۔ اگر میں خالد بن الولید ان کی حفاظت نہ کروں جزیہ کا کوئی جز واجب نہ ہوگا اور وہ (اہل حیرہ) قولاً یا فعلاً بدعہدی کریں تو ہماری پناہ سے نکل جائیں گے

حضرت خالدؓ نے فوجی اور ملکی انتظام کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا تھا۔ فوجی افسر جدا تھے اور ملکی جدا چنانچہ اوّل ہی لڑائی کے بعد جسمیں ہرمز کام آیا فوج کا سردار حضرت سعید بن نعمان اور ملکی حاکم سوید بن مقرن مقرر کیے گئے۔ سوید کو ہدایت کیگئی کہ اپنے ماتحت عمال وصول خراج کے واسطے مفصلات میں متعین کریں جن پرگنوں کے باشندے مقابلہ پر نہیں آئے اُن سے کچھ مزاحمت نہیں کیگئی اور آشتی کے ساتھ لگان کا بندوبست کرلیا گیا۔ بانقیا۔ بارو سما وغیرہ اسی سلسلے میں تھے۔ حیرہ اور اُبلہ خراج کے صدر مقام تھے۔ جو اسوقت کی اصطلاح میں سواد کہلاتے تھے۔ سواد حیرہ کے ماتحت حسب ذیل پرگنے اور عامل خراج تھے۔

نام پرگنہ	نام عامل	نام پرگنہ	نام عامل
فلالیج (بلندی عراق) نہریں	عبداللہ ابن رشیمہ بشیر بن خصاصہ	بانقیا، وبارو سما، روذمستان	جریر بن عبداللہ اُط بن ابی اُط

سواد اُبلہ کے حاکم مال سُوید بن مقرن کے نائب حسب ذیل عمال تھے۔

حکہ حبطی	حصین بن ابی الحر	ربیعہ بن عسل

خوبی انتظام کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ پچاس دن کے اندر حصہ مقبوضہ کا مقررہ خراج وصول ہو کر داخل خزانہ ہو گیا۔ اس روپیہ سے مسلمانوں کو آیندہ مہمات میں بہت مدد ملی۔ حضرت خالد کا اصول عمل یہ تھا کہ جہاں پہونچتے تھے اول تبلیغ اسلام کرتے تھے۔ بصورت عدم قبول جزیہ طلب کرتے تھے۔ اس سے بھی انکار ہوتا تو اعلان جنگ کیا جاتا۔ چنانچہ حیرہ کے معرکے سے پہلے جب اشراف اہل فارس بہ سرگروہی قبیصہ بن ایاس نائب کسریٰ حضرت خالد کے پاس آئے تو انہوں نے کہا:۔

ادعوکم الی الاسلام فان اجبتم فانتم من المسلمین لکم مالھم وعلیکم ماعلیھم فان ابیتم فالجزیۃ فان ابیتم فقد اتیتکم باقوام ھم احرص علی الموت منکم علی الحیوۃ۔

یعنی میں تمکو اسلام کیجانب بلاتا ہوں اگر تم قبول اسلام کروگے تو تم مسلمانوں کا جزو ہو جاؤ گے تمہارے وہی حقوق ہونگے جو ہمارے ہیں اور وہی ذمہ داریاں ہونگی جو ہمپر ہیں اس سے انکار ہو تو جزیہ دو یہ بھی منظور نہیں تو سمجھ لو کہ تمہارے مقابلہ کیواسطے وہ فوجیں لیکر آیا ہوں جو موت پر ایسی ہی جان دیتی ہیں جیسے تم زندگی پر۔ بلکہ زیادہ۔

جزیہ کی مقدار معاہدہ حیرہ میں فی کس چار درہم تھی (یعنی ایک روپیہ) راہب تارک الدنیا اور مفلس مستثنےٰ تھے۔ جزیہ کے عوض میں مسلمانوں کیجانب سے حفاظت کا عہد ہوتا تھا ہر معاہدہ جزیہ میں یہ تصریح ہوتی تھی کہ اگر ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکیں گے تو جزیہ بھی نہ لیں گے۔ ان معرکوں میں کسقدر احتیاط کیجاتی تھی اور حضرت ابوبکر چھوٹے چھوٹے واقعات سے بھی کس درجہ خبردار رہتے تھے۔ حسب ذیل واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔ مضیخ کی لڑائی میں جب مسلمانوں نے شب خون مارا تو دو مسلمان بھی جو دشمنوں میں رہتے تھے کام آئے۔ ایک عبدالعزیٰ جن کا اسلامی نام عبداللہ تھا دوسرے لبید۔ شب خون کے وقت جو شعار

عبداللہ کی زبان پر تھے اُن میں یہ مصرع بھی تھا - ۶ - سُبحانکَ اللّٰھُمَّ رَبَّ مُحمَّد -
حضرت ابو بکرؓ نے یہ ماجرا سنا تو دونوں کا خوں بہا ورثا کو ادا کیا اور حکم دیا کہ اُن کے پس ماندوں کیساتھ حسن سلوک اختیار کیا جائے - اسی کے ساتھ یہ بھی کہا :-

اما ان ذلک لیس علی اذ نازلا اھل الحرب　　اسکی ذمہ داری میرے سر نہیں ہے جبکہ وہ دار الحرب میں قیام پذیر تھے

فتح حیرہ کے بعد حضرت خالدؓ نے حیرہ کو اپنا صدر مقام مقرر کیا - وہیں سے ہر طرف انتظام کیواسطے آتے جاتے تھے - السیب سرحدی مقام تھا - سرحد کی حفاظت پر کار آزمودہ جوانمرد مامور تھے - مثلاً حضرت ضرار بن ازور حضرت ضرار بن الخطاب - مثنیٰ بن حارثہ -

خلافت کے احکام فتح عراق کی بابت یہ تھے کہ جب حیرہ پر نشیبی و بالائی دونوں لشکر اسلام جمع ہو جائیں تو ایک امیر عسکر حیرہ میں قیام کرے دوسرا مدائن دار السلطنت پر بڑھے - حضرت خالدؓ اپنے مفوضہ مہمات طے کر کے حیرہ پہونچ گئے - لیکن حضرت عیاضؓ اس سُرعت سے ختم نہ کر سکے ، اور حسب ارشاد خلافت حضرت خالدؓ کو اُن کی مدد کیواسطے بمقام دومۃ الجندل جانا پڑا - اسی سلسلے میں حضرت خالدؓ کربلا کی چھاؤنی تک گئے - اُسوقت مسلمانوں کی آویزش کا سلسلہ کنارۂ دجلہ تک پہنچ چکا تھا - مثنیٰ بن حارثہ خود مدائن کے بعض مورچوں پر سرگرم قتال تھے حضرت خالدؓ نے چند روز کربلا میں قیام کیا ، وہاں اُس زمانے میں مکھیوں کی بہت کثرت تھی - عبداللہ بن وثیمہ نے شکایت کی تو حضرت خالدؓ نے جواب دیا صبر کرو - میں چاہتا ہوں کہ جن چھاؤنیوں کا خالی کرنا عیاضؓ کے سپرد تھا اُن کو فتح کر کے عربوں کو قابض کر دوں - تاکہ مسلمانوں کا عقب محفوظ ہو جائے - اور آمد و رفت کا سلسلہ بے خدشہ جاری رہے - یہی حکم خلیفہ کا ہے اور خلیفہ کی رائے ایک جماعت کی رائے کے برابر قوی ہے - " ورایہ یعدل بعدۃ الامۃ "

رمضان المبارک میں دومۃ الجندل وغیرہ کے معرکے سر کر کے حضرت خالدؓ فراض جا پہنچے - جہاں فارس شام اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی ہیں - اسی موقع پر عید کی نماز ادا کی - مسلمانوں کا اجتماع فراض پر دیکھ کر رومیوں کو جوش اور غصہ آیا اور انھوں نے فارس کی چھاؤنیوں ، کفار عرب کے

قبائل تغلب آباد - نمر سے مدد لیکر مسلمانوں کے مقابلے کا تہیہ کیا - تغلب وغیرہ سرحد روم پر آباد تھے اور اُن میں مسلمانوں کے خلاف جوش موج زن تھا، اس طرح رومی، اہل فارس، اور عرب متفق ہو کر مسلمانوں پر بڑھے - فرات کے کناروں پر دونوں فوجیں جمع ہوئیں - رومیوں نے حضرت خالدؓ سے دریافت کیا کہ تم اِدھر آؤ گے یا ہم اُدھر آئیں - اُنھوں نے جواب دیا کہ تم آؤ - رومیوں نے کہا بہتر - لیکن جس موقع پر تم ہو وہاں سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم دریا کو عبور کر سکیں - حضرت خالدؓ نے اس سے انکار کیا - انکار سنکر رومیوں نے اور ایرانیوں نے مشورہ کیا کہ خالدؓ اپنی بات سے ہٹنے والا نہیں - خود ہمکو دوسرے گھاٹ سے عبور کرکے مقابلہ کرنا چاہیے - چنانچہ مخالف لشکر نے دریا اُتر کر نہایت جوانمردی وعزم کے ساتھ حملہ کیا - مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا - بعد فتح لشکر اسلام نے تعاقب کیا اور کثرت سے دشمن کام آئے - کامیابی کے بعد حضرت خالدؓ دس روز فراض میں مقیم رہے اور ضروری انتظام کرکے پانچویں ذیقعدہ کو حیرہ کی واپسی کا حکم دیا - عاصم کو ہدایت کی کہ لشکر لیکر چلیں شجرہ بن الاغر ساقہ پر تھے - خود حضرت خالدؓ نے اپنا قیام ساقہ میں رکھا جب لشکر آگے بڑھا تو حضرت خالدؓ چند آدمیوں کو لیکر علیحدہ ہو گئے اور غیر معروف راستہ سے مکہ پہونچکر حج کیا - یہ سفر اس تیزی سے طے کیا کہ لشکر کے اخیر حصہ کے ساتھ حیرہ میں داخل ہو گئے - واپس آئے تو فرمان خلافت ملا جسمیں اس جسارت پر کہ لشکر سے علیحدہ ہوکر حج ادا کیا تنبیہ تھی اور آئندہ احتیاط کی ہدایت اس طرح حضرت خالدؓ نے ۱۲ھ کے اختتام سے پہلے تجویز شدہ مہم عراق کی تکمیل کر دی -

حج ذی الحجہ ۱۲ھ میں حضرت ابو بکرؓ نے حج کیا - اُن کی غیبت کے زمانے میں حضرت عثمان بن عفانؓ مدینہ میں نائب رہے -

شام ۱۳ھ ملک شام اُس عہد میں سلطنت روم میں شامل تھا - عراق کی طرح سلطنت روم کی عربی سرحد پر بھی قبائل عرب آباد تھے جو اہل حجاز کے ساتھ گوناگوں تعلقات رکھتے تھے - ہجرت کے بعد جب نواح مدینہ کے یہود و عرب مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر اُٹھے اور دائرہ خصومت وسیع ہوا تو اُس کا اثر سرحد روم تک پہونچا اور اس طرف سے بھی کاوش و آویزش شروع ہوئی - ۸ھ کے وسط میں حضرت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم رومیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمائی جو سیرت میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس مہم کا جس فوج گراں سے مقابلہ ہو گیا اُسمیں خود ہرقل روم عربوں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ موجود تھا۔ اسی غزوہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہما۔ رجب ۹ھ ہجری میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار لشکر کے ساتھ تبوک تشریف لیگئے۔ اس مہم کا مقصود بھی ہرقل کے حملہ کا روکنا تھا۔ جیش اُسامہ کی روانگی بھی رومیوں کے مقابلہ پر ہوئی تھی۔ ابھی ابھی سُن چکے ہو کہ مہم عراق کے دوران میں کس طرح رومی از خود میدان میں در آئے۔ ان ہی وجوہ سے آغاز خلافت سے حضرت صدیق اکبر کی نگاہ جن دو شیروں سے لڑ رہی تھی اُن میں ایک ہرقل روم بھی تھا۔ مہم عراق کی کامیابی کے بعد سفر حج سے واپس آکر حضرت ابوبکر نے مہم شام کا اہتمام کیا۔ سب سے اول حضرت خالد بن سعید کو ایک حصہ فوج کیساتھ بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ بمقام تیما پہونچکر قیام کریں اور تا حکم ثانی آگے نہ بڑھیں۔ خود حملہ نہ کریں اُدھر سے حملہ ہو تو دفع کریں۔ جو مسلمان قبائل تیما کے نواح میں ہوں اُنکو شرکت کی ترغیب دیں لیکن یہ شرط تھی کہ جو لوگ ارتداد کا داغ کھا چکے ہوں وہ شامل نہ کئے جائیں، حضرت خالد بن سعید نے بموجب حکم تیما پہونچکر پڑاؤ کیا۔ قبائل کا لشکر عظیم اُنکے نشان کے نیچے جمع ہو گیا۔ ہرقل کو جب اس فوج گراں کی خبر پہنچی تو اُس نے بھی تیاریاں شروع کیں اور عرب کے مقابلہ کیلئے عرب انتخاب کئے۔ قبائل لخم غسان جذام وغیرہ جو شام کی سرحد پر آباد تھے حضرت خالد بن سعید کے مقابلہ کیواسطے تیما سے تین منزل کے فاصلے پر فراہم ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع کیگئی۔ حکم آیا:-

اقدم ولا تحجم۔ واستنصر اللہ — آگے بڑھو۔ رکو مت۔ خدا سے مدد مانگو

اس ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے حملہ کیا اور مخالفین کی جمعیت پریشان ہو گئی شامیوں کی چھاؤنی پر حجازی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔ اس کشمکش کا ایک مبارک نتیجہ یہ ہوا کہ جو قبائل مقابلہ پر بڑھے تھے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسکی اطلاع بھی مدینہ گئی حکم ہوا اور آگے بڑھو۔ لیکن اس احتیاط سے کہ عقب محفوظ رہے۔ حضرت خالد بن سعید نے قدم آگے بڑھایا اور زیرا اور آبل کے درمیان منزل کی یہاں باہان نامی ایک بطریق نے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔ اسکے اطلاع کے ساتھ حضرت خالد بن سعید نے

مزید مدد کی درخواست بھیجی اور اب حضرت صدیق نے پورے اہتمام کے ساتھ مہم کا انصرام فرمایا۔ اسی عرصہ میں وہ لشکر جو یمن، عمان، بحرین، تہامہ، وغیرہ مقامات میں اہل ارتداد سے لڑ رہے تھے کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔ حضرت عکرمہ ذوالکلاع حمیری (یمن کے شاہی خاندان حمیری کی یادگار) اسی جمعیت میں تھے۔ چار جدید فوجیں شام کو روانہ کیگئیں۔ ایک کے امیر حضرت ابو عبیدہ تھے۔ دوسرے کے حضرت شرحبیل بن حسنہ، تیسری کے حضرت یزید بن ابو سفیان۔ چوتھی کے حضرت عمرو ابن العاص۔ یہ افواج مختلف حصص شام پر مامور ہوئیں۔ حضرت عمرو بن العاص کو براہ معرفہ فلسطین پر بڑھنے کا حکم ملا۔ بقیہ تینوں لشکر مختلف سمتوں سے بلقار (بلندی شام) کی جانب بڑھے۔ ہر امیر کے متعلق مختلف شہروں کی تسخیر تھی۔ مجموعی اصول یہ تھا کہ:-

اعرف ان الروم ستشغلهم فاحب ان یصعد المصوب ویصوب المصعد لئلا یتواکلوا

میں جانتا ہوں کہ عنقریب رومی پوری قوت سے مسلمانوں کے مقابل ہونگے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ بلندی والے نشیب کیجانب و نشیب والے بلندی کی طرف آجاسکیں اور ایک دوسرے کے محتاج نہ رہیں۔

مؤرخ طبری لکھتے ہیں۔ "فکان کما ظن" وہی ہوا جو حضرت ابو بکر کا خیال تھا۔

مسلمانوں کی ان چاروں فوجوں کی تعداد ستائیس ہزار تھی۔ حضرت خالد بن سعید کی جمعیت اس کے علاوہ ہرقل کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے بڑے زور شور سے تیاریاں کیں۔ خود شام پہنچکر حمص میں قیام کیا۔ یہ تجویز کی کہ مسلمانوں کے ہر لشکر کا جدا جدا مقابلہ کیا جائے تا کہ انکو اجتماع کا موقع نہ ملے۔ تذارق ہرقل کا حقیقی بھائی نوے ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن العاص کے۔ جرجہ بن توذرا تقریباً اسیقدر جمعیت کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کے۔ ذراقص حضرت شرحبیل بن حسنہ کے۔ اور فیقار بن نسطوس ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ تذارق کا مقدمۃ الجیش آگے بڑھ کر ثنیہ نامی مقام پر (جو فلسطین کا بلند حصہ تھا) خیمہ زن ہوا۔ مسلمانوں نے جب وہ میموں کا ٹیڑی دل دیکھا تو گھبرائے اور حضرت عمرو بن العاص سے مشورہ طلب کیا۔ فوج کی زیادہ جمعیت انہی کے پاس تھی جواب دیا۔

الرأی الاجتماع وذلک ان مثلنا اذا اجتمع لم یغلب من قلة و اذا نحن تفرقنا لم یبق الرجل

رائے یہ ہے کہ سب مجتمع ہو جاؤ وجہ یہ کہ ہم سے آدمی جب جمع ہو جائیں تو محض قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوسکتے۔ اور اگر ہم متفرق ہو گئے تو پھر ہم میں سے کسی کے پاس اسقدر جمعیت نہیں رہے گی کہ

منا فی عدد یقرن فیہ لاحد ممن استقبلنا واعد لنا لکل طائفۃ منا فاتعدوا الیرموک

اپنے مقابل حریف کا مقابلہ کر سکے ہمارے لشکر کے مقابلہ کیواسطے الگ الگ فوج بھیجی گئی ہے۔ یرموک پر جمع ہو جاؤ۔

حضرت ابو بکر کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو انھوں نے بھی مذکورہ بالا رائے پسند کی اور لکھا:

اجتمعوا فتکونوا عسکرًا واحدًا والقوا زحوف المشرکین بزحف المسلمین فانکم اعوان اللہ واللہ ناصر من نصرہ وخاذل من کفرہ ولن یوتی امثلکم من قلۃ وانما یوتی العشرۃ الآف والزیادۃ علی العشرۃ الآف اذا اتو من تلقاء الذنوب فاحترسوا من الذنوب اجتمعوا بالیرموک متساندین ولیصل کل رجل باصحابہ۔

سب جمع ہو کر ایک لشکر بنجاؤ اور مشرکوں کی صفیں مسلمانوں کی فوج سے الٹ دو۔ اس کا یقین رکھو کہ تم اللہ کے مددگار ہو اور اللہ اپنے مددگار کو فتح دیتا ہے اور جو اس کا منکر ہو اسکو رسوا کرتا ہے۔ تم سا گروہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا حقیقت حال یہ ہے کہ ہزاروں کی جمعیت اگر راہ معصیت اختیار کرے تو بیدست و پا ہو جاتی ہے لہذا واجب ہے کہ گناہوں سے خبردار رہو۔ مقام یرموک میں اپنے اپنے نشان کے نیچے جمع ہو ہر امیر عسکر اپنے آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کرے۔

ہرقل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے بھی نقشہ مہم بدل دیا کہ تمام لشکر ایک جگہ جمع ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ پڑاؤ ایسے موقع پر کیا جائے جس کا سامنا کشادہ ہو اور عقب تنگ۔ تذارق امیر الامرا ہو۔ مقدمہ پر جرجہ اور دائیں بائیں باہان اور دیر ذراقص و باہان۔ اسکے ساتھ یہ خوشخبری بھی تھی کہ باہان عنقریب اور تازہ دم فوج لیکر تمہارے پاس پہنچتا ہے۔ فرمان شاہی کے مطابق رومیوں کا لشکر واقوصہ نامی مقام پر اترا۔ یہ مقام دریائے یرموک کے کنارے پر تھا۔ سامنے دریائے یرموک تھا۔ پشت پر ایک سیدھا اونچا پہاڑ۔ یہ محفوظ جگہ اسلئے انتخاب کیگئی کہ رومیوں کے ہوش بجا ہوں مسلمانوں کا جو خوف طاری تھا وہ رفع ہو اور دل ٹھہریں مسلمانوں نے اس موقع کا اندازہ کیا اور اپنا پڑاؤ چھوڑ کر رومیوں کے سامنے مورچہ جمایا۔ اس طرح رومی پشت اور پیش دونوں جانب سے محصور ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ کیفیت دیکھکر مسلمانوں سے کہا:

ایہا الناس ابشروا احصرت واللہ الروم وقل ما جاء محصور بخیر

مژدہ ہو اے لوگو! قسم رب کی رومی محصور ہو گئے اور محصور فوج بہت کم فلاح پاتی ہے۔

مسلمان تین مہینے تک محاصرہ کیے رہے۔ سامنے دریا حائل تھا۔ پُشت پر پہاڑ۔ اسلئے مسلمان خود حملے سے مجبور تھے۔ رومی حملے سے دل چُراتے تھے۔ معمولی ہلّے کرتے تھے جو پسپا کردیے جاتے۔ صفر کے مہینے میں اس اجتماع اور معرکہ کی کیفیت مدینہ پہونچی۔ حضرت خالد کے نام مراسلہ جاری ہوا کہ عراق کے معاملات مثنّٰی کے سپرد کرکے اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کرکے شام پہونچو۔ حضرت خالد نے پوری تعمیل کی اور اس سُرعت سے یرموک پہونچے کہ اُن کے گھوڑے کے پاؤں بیکار ہوگئے۔ ربیع الآخر کے آخر میں یہ لشکر یرموک پہونچا۔ اُسی روز باہان رومیوں کی کمک لیکر پہونچا تھا۔ اس لشکر کے آگے آگے پادریوں کے مختلف طبقے شمامہ، راہب، شمّیس وغیرہ تھے اور مسلمانوں کے مقابلہ کی ترغیب دیتے جاتے تھے۔ مورّخین نے رومیوں کی مجموعی فوج کی تعداد دو لاکھ لکھی ہے۔ حضرت خالد کی نو ہزار سپاہ اور بعض اور کمکوں کے شامل ہوجانے سے مسلمانوں کی جمعیت چھیالیس ہزار ہوگئی تھی۔ رومی باوجود اپنی کثرت اور حریف کی قلّت کے حضرت خالد کے پہونچنے کے بعد بھی ایک مہینے تک خندق میں چھپے رہے۔ مذہبی پیشوا اُن کو ابھارتے تھے نصرانیت کی تباہی کا ماتم کرتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر کار بہت سی کوششوں کے بعد آمادہ پیکار ہوئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر کا ہے۔ اس طرح پانچ مہینے کے محاصرے کے بعد میدان میں نکلے۔ مسلمانوں کی مختلف فوجیں اپنے اپنے امیر کے زیر حکم تھیں۔ کل فوج پر کوئی سردار نہ تھا۔ جب رومیوں کے حملے کی اطلاع ہوئی تو اس طرف سے ارادہ ہوا کہ ہر حصہ لشکر اپنے اپنے سردار کی ماتحتی میں مقابلہ کرے اس طرز جنگ کو عرب کی اصطلاح میں تساند کہتے تھے۔ حضرت خالد نے یہ حالت دیکھی تو تمام فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ اُسمیں بیان کیا کہ آج کا دن ایک عظیم الشان دن ہے جو تاریخ میں یادگار رہیگا۔ اپنے ذاتی شرف اور فخر کو علیحدہ رکھکر صرف مرضی الٰہی کیواسطے کام کرنا چاہیے۔ اور وہ طرز اختیار کرنا چاہیے جس سے دشمن نفع نہ اُٹھاوے۔ متفرق اُمرا کی ماتحتی میں لڑنا قوت کو منتشر کرنا ہے۔ وہ رائے قرار دو جو مناسب موقع ہو سب نے کہا تم اپنی رائے ظاہر کرو۔ اُنھوں نے کہا کہ خلیفہ کا اندازہ تھا کہ معرکے آسان ہونگے۔ جو واقعات یہاں پیش ہیں اگر اُن کی خبر ہوتی تو ضرور وہ تمام لشکر کو ایک امیر کے ماتحت کردیتے۔ اب یہ ہونا چاہیے کہ کل لشکر ایک سپہ سالار کے حکم سے لڑے۔ جو باری باری سے مقرر ہو۔ ایک دن ایک امیر ہو دوسرے روز

دوسرا۔ اگر پسند ہو آج کی امارت میرے سپرد کردو۔ سارے امرا نے اس رائے کو تسلیم کیا اور اس روز کی سپہ سالاری حضرت خالد کو تفویض کیگئی۔ رومیوں نے اپنی فوج نئی ترتیب سے قائم کی تھی، امیر اسلام نے بھی معمولی ترتیب چھوڑ کر جدید طرز اختیار کی۔ جو عرب نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تمام سپاہ کو چالیس دستوں پر تقسیم کر کے ہر دستے پر ایک کارآزمودہ سردار مقرر کیا۔ اور فوج والوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت ہو تو اس سے بہتر ترتیب نہیں ہو سکتی۔ اس سے لشکر کی تعداد دونی معلوم ہوتی ہے۔ قلب پر حضرت ابو عبیدہ میمنہ پر حضرت شرجیل بن حسنہ اور عمرو بن العاص اور میسرہ پر حضرت یزید بن ابی سفیان مقرر کئے گئے۔ ایک دستہ حضرت خالد کے بیٹے عبدالرحمٰن کے سپرد تھا جنکی عمر اسوقت اٹھارہ برس کی تھی۔ قاضی عسکر حضرت ابو درداء تھے۔ قاص حضرت ابوسفیان، اور قاری حضرت مقداد۔ غزوۂ بدر کے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت مقرر فرمادی تھی کہ آغاز غزوہ سے پیشتر سپاہ اسلام کے سامنے سورۂ انفال پڑھی جائے۔ یہ خدمت قاری کے سپرد تھی، قاص کی یہ خدمت تھی کہ سپاہیوں کے سامنے کھڑے ہو کر جوش جنگ تازہ کرتے چنانچہ حضرت ابوسفیان ہر دستے کے سامنے جاتے اور کہتے۔

انتم زادۃ العرب وانصار الاسلام	تم جواں مردان عرب ہو۔ اور اسلام کے انصار۔ وہ جواں مردان
وھم زادۃ الروم وانصار الشرك اللھم	روم ہیں اور شرک کے مددگار۔ اے اللہ آج کا دن معرکہ
ھذا یوم من ایامك اللھم	کا دن ہے۔ اے اللہ اپنی مدد اپنے بندوں پر
انزل نصرك علی عبادك	نازل فرما۔

لشکر اسلام میں ایکہزار صحابی شریک تھے جنمیں سے سو بزرگ بدری تھے جب حضرت خالد لشکر کی صفیں قائم کر رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ رومیوں کی فوج کسقدر زیادہ ہے اور ہماری کتنی کم حضرت خالد نے کہا کہ نہیں ہماری فوج بہت ہی زیادہ ہے اور رومیوں کی بہت ہی کم۔ سپاہ کی قلت یا کثرت تعداد پر موقوف نہیں۔ نتیجہ جنگ فتح و شکست سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ترتیب صفوف کے بعد حضرت خالد نے حکم دیا کہ حضرت عکرمہ و حضرت قعقاع قلب کے دونوں بازوں سے نکلکر حملہ آور ہوں۔ معرکہ کارزار گرم ہوا عین معرکہ میں مدینہ سے قاصد پہونچا۔ لوگوں نے حال دریافت کیا تو اسنے امداد کی خوشخبری سنائی۔ حضرت خالد کے پاس پہونچا تو آہستہ کچھ کہا اور مراسلہ دیا۔ انھوں

نے مراسلہ کو بجنسہ ترکش میں رکھ لیا - اور مصروفِ جنگ ہو گئے - ہنگامہ دار و گیر میں جذبِ حق کا کرشمہ دیکھو دورانِ کارزار میں رومیوں کا سردار جرجہ بن توذر امیدان میں آیا اور للکار کر کہا - خالد میرے سامنے آئیں - حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کو اپنا نائب کیا اور خود آگے بڑھ کر دونوں لشکروں کے درمیان جرجہ سے ملے - اول دونوں نے ایک دوسرے کو پناہ دی بعد ازاں اسقدر ملکر کھڑے ہوئے کہ گھوڑوں کی کنوتیاں مل گئیں -

جرجہ - "سچ کہنا جھوٹ مت بولنا - آزاد مرد جھوٹ نہیں بولتے - دھوکا نہ دینا - فریب شرفا کا شیوہ نہیں - میں یہ پوچھتا ہوں کہ خدا نے تمہارے نبی کے پاس آسمان سے تلوار بھیجی تھی وہ تم کو عطا ہوئی اور اُس کا اثر ہے کہ تم ہر جگہ فتحیاب ہوتے ہو"

حضرت خالد "نہیں"

جرجہ "پھر تمہارا لقب سیف اللہ کیوں ہے؟"

حضرت خالد "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا - اُنھوں نے اسلام ہمارے سامنے پیش کیا - اول ہم سب کے سب بھاگ کر کنارہ کش ہو گئے پھر بعض نے تصدیق کر کے پیروی اختیار کی - بعض دور دور رہکر جھٹلاتے رہے - میں اُن میں تھا جو تکذیب پر قائم تھے - اسکے بعد اللہ نے ہمارے قلب پھیر دیئے، گردنیں جھکا دیں اور ہدایت بخشی - میں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی - اُسوقت ارشاد ہوا :-

انت سیفٌ من سیوف اللہ علی المشرکین { اے خالد! تو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، جو مشرکین کے مقابلے کے لیئے نیام سے نکلی ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اب میں سب مسلمانوں سے زیادہ مشرکوں کا دشمن ہوں"

جرجہ "تم نے سچ کہا - اب یہ بتاؤ کہ دعوت اسلام کیا ہے؟"

حضرت خالد "اِس امر کا اقرار کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اُس کے بندے - اور رسول ہیں، اور اُس پیام کی تصدیق جو وہ خدا کی طرف سے لائے"

جرجہ "اگر اس کو کوئی نہ مانے"

حضرت خالدؓ۔ "جزیہ دے۔"

جرجہ۔ "یہ بھی قبول نہ کرے؟"

حضرت خالدؓ۔ "ہم اول اعلانِ جنگ کرینگے پھر لڑ بھڑ جائیں گے۔"

جرجہ۔ "جو تم میں شامل ہو اُس کا مرتبہ؟"

حضرت خالدؓ۔ "اللہ کا فرمان ہے کہ سب مسلمان درجہ میں برابر ہیں۔ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ اول ہوں یا آخر۔"

جرجہ۔ "جو آج ایمان لائے وہ بھی رتبہ میں مساوی ہوگا؟"

حضرت خالدؓ۔ "برابر ہوگا۔ بلکہ افضل۔"

جرجہ۔ "یہ کس طرح؟"

حضرت خالدؓ۔ "ہم نے جب اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔ نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ احکامِ آسمانی کی خبر دیتے تھے ہم معجزات و تصرفات کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اس صورت میں ہمارا مسلمان ہونا لازم تھا۔ آج تم اُن باتوں کو نہیں دیکھتے پھر بھی ایمان لاتے ہو۔ تو تم ہم سے افضل ہو۔"

جرجہ۔ "تم قسم سے کہتے ہو کہ تم نے مجھ سے پورا سچ کہا۔ دھوکا نہیں دیا۔ تالیف قلب نہیں کی؟"

حضرت خالدؓ۔ "واللہ نہ میں نے جھوٹ کہا نہ مجھ کو تم سے یا کسی سے نفرت ہے۔ جو تم نے پوچھا اُس کا سچا جواب میں نے دیدیا۔ اللہ میرا مددگار ہے۔"

جرجہ۔ "بیشک تم نے سچ کہا" یہ کہکر اپنی ڈھال پسِ پُشت ڈالدی اور کہا مجھ کو اسلام کی تلقین کرو حضرت خالدؓ اُسکو اپنے خیمے میں لیگئے۔ اول غسل دیا۔ پھر تلقین اسلام کے بعد جرجہ کو مقتدی بنا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ جرجہ کی یہ حالت دیکھکر رومیوں نے عام ہلّہ کر دیا۔ پہلے حملہ میں مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے حضرت عکرمہؓ اور حضرت حارث بن ہشامؓ ثابت قدم رہے جسوقت حضرت خالدؓ جرجہ کو لیکر خیمے سے نکلے تو رومی مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے للکارا تو مسلمانوں نے دلیری سے حملہ کرکے دشمن کو پیچھے ہٹا دیا۔ اب سیف اللہ نے ہلّہ کیا اور شمشیر آزمائی شروع ہوئی۔ چاشت سے دن ڈھلنے تک

میدانِ جنگ یکساں گرم رہا۔ انتہا یہ کہ عصر کی نماز اشارہ سے ادا کیگئی۔ یہ عالم قابل دید تھا کہ وہ جرجہ جو صبحکو مسلمانوں کے دشمن تھے اب حضرت خالد کے پہلو بہ پہلو نشۂ ایمان میں سرشار رومیوں پر وار کررہے تھے اور یہ قسمت کہ عین معرکہ میں سعادتِ شہادت سے کامیاب ہوئے اور صرف وہ نماز ادا کرکے جو آغاز اسلام کا نیا نتیجہ تھی سرخ رو اپنے رب کی حضور میں پہونچے۔ رضی اللہ عنہ۔

شام کے قریب رومیوں کو لغزش ہوئی۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد نے قلب کے دستے لیکر خود حملہ کیا اور پہلے ہلہ میں دشمن کے پیادوں اور رسالوں کے درمیان گھس کر حد فاصل ہوگئے اول رسالوں کو شکست ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے مسلمان اس شکست سے خوش ہوئے لیکن اپنی جگہ پر قائم رہے تعاقب نہیں کیا۔ سواروں کے بعد حضرت خالد نے پیدلوں پر دھاوا کیا۔ انکی جمعیت بھی متفرق ہوئی اور خندق میں جا گھسی مسلمان متعاقب پہنچے۔ پشت پر پہاڑ تھا۔ اسلئے رومی گھر گئے۔ اور ہزاروں تلوار کے گھاٹ اُتر گئے۔ حضرت خالد نے بڑھکر روم کے سپہ سالار تذارق کے خیمے پر قبضہ کرلیا۔ نماز مغرب بعد فتح تنگ وقت پر ادا کیگئی۔ رومی شکست پاچکے۔ تاہم متفرق لڑائی کا سلسلہ صبح تک جاری رہا حضرت خالد کے گرد مسلمانوں کے رسالے تھے اور تذارق کے خیمہ گاہ سے وہ تمام شب فوج کو لڑاتے رہے شب کیوقت حضرت عکرمہ نے کہا کہ میں بہت سے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتا رہا آج کیا میں رومیوں سے بھاگ جاؤں گا۔ کون ہے جو مجھ سے موت پر بیعت کرے۔ یہ سُنکر حضرت ضرار بن ازور نے معہ چار سو مسلمانوں کے اُنکے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اور حضرت خالد کے خیمے کے سامنے جم کر لڑنا شروع کیا یہانتک کہ باستثناء معدودے چند سب کے سب شہید ہوگئے صبحکو لوگ بحالت نزع حضرت عکرمہ اور اُنکے بیٹے عمرو بن عکرمہ کو اٹھا کر حضرت خالد کے پاس لائے۔ انھوں نے حضرت عکرمہ کا سر اپنی ساق اور عمرو بن عکرمہ کا سر اپنی ران پر رکھا۔ چہرہ سے خاک صاف کرتے منھ میں پانی ٹپکاتے اور کہتے جاتے۔ اسپر بھی ابن حنتمہ کا خیال ہے کہ ہم کو شہادت کی تمنا نہیں۔ اسی حالت میں خدا کے دونوں برگزیدہ رہگرائے عالم بالا ہوئے۔ رضی اللہ عنہما۔ یہ واقعہ سننے کے قابل ہے کہ اس لڑائی میں مسلمان بیبیاں بھی شریک تھیں اور اپنے دستے جداگانہ قائم کرکے سرگرم قتال ہوئیں۔ جویریہ بنت ابی سفیان کے دستے نے سب

زیادہ کارنمایاں کیا۔ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ صبح ہوتے ہوتے میدان رومیوں سے صاف ہوگیا۔ آفتاب طلوع ہوا تو اُس نے اسلامی پرچم دریائے یرموک پر لہراتا دیکھا۔ یہ فتح بہت ہم بالشان تھی اسکی وجہ سے مسلمانوں کا سکّہ رومیوں کے دل پر بیٹھ گیا اور فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ اس معرکے کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ رومیوں نے آغاز کار میں ایک عرب جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا۔ ایک دن ایک رات وہ حالت جانچتا رہا۔ واپس گیا تو کہا:۔

باللیل رھبانٌ وبالیوم فرسانٌ لو سرقا بن ملکھم قطعوا یدہٗ ولو زنی رجم لاقامۃ الحق فیھم۔	وہ لوگ رات میں درویش ہیں۔ دن میں شہسوار حق پرستی کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ زنا کرے تو سنگسار کردیا جائے۔

اَب ہم کو یہ بتا دینا چاہئے کہ جو قاصد اثنا جنگ میں مدینہ سے آیا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کی رحلت کی خبر لیکر پہونچا تھا۔ جو مراسلہ اُس نے دیا تھا وہ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کا تھا۔ اُسمیں حضرت خالدؓ کی معزولی اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی سپہ سالاری کا حکم درج تھا۔

مرض الموت۔ وفات ساتویں جمادی الاخرہ ۱۳ھ کو ہوا سرد تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے غسل کیا۔ سردی کے اثر سے بخار ہوگیا۔ یہی بخار انجام کار مرض وفات ثابت ہوا پندرہ روز علیل رہے۔ علالت روز بروز بڑھتی گئی۔ جب مسجد تک آنیکی قوت نہ رہی تو حضرت عمرؓ کو امامت پر مقرر کیا۔ شدت مرض کیحالت میں بعض آدمیوں نے کہا کہ طبیب طلب کرلیا جائے۔ جواب دیا کہ طبیب دیکھ چکا۔ پوچھا کیا کہا۔ فرمایا اُس کا قول ہے:۔ اِنّی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ میں جو ارادہ کرلیتا ہوں کر ڈالتا ہوں۔

مدعا سمجھ کر لوگ چپ ہو رہے۔ ایام علالت اُس گھر میں بسر کئے جو مسجد نبوی کے قریب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تھا۔ حضرت عثمانؓ پڑوس میں تھے اسلئے اکثر حاضر باش رہے۔ سختی مرض زیادہ بڑھی تو حضرت ابوبکرؓ کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی۔ اور چاہا کہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کیلئے اپنا جانشین نامزد کردیں۔ اول خود سوچا پھر اکابر صحابہ سے مشورہ کیا۔ اور بعد مشورہ حضرت عمرؓ کی نسبت رائے قائم کی۔ بعض صحابہ نے جنکو حضرت عمرؓ کی سختی کا اندیشہ تھا اپنا یہ خیال مشورہ کے وقت ظاہر کیا تو جواب دیا کہ عمرؓ کی سختی اسوجہ سے تھی کہ وہ میری نرمی سے واقف تھے۔ میرا تجربہ ہے کہ جب میں

غصہ ہوتا تو وہ غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتے۔ نرمی دیکھتے تو سختی کا مشورہ دیتے۔ بعد مشورہ جب رائے پختہ ہو گئی تو ایک روز حضرت ابو بکرؓ بالاخانہ پر تشریف لیگئے۔ شدت ضعف کیوجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی۔ اُن کی بی بی حضرت اسماء بنت عمیس دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے تھیں نیچے آدمی جمع تھے۔ حضرت ابو بکر نے اُن کو مخاطب کر کے کہا:۔

اترضون ممن استخلف علیکم فانی واللہ ماآلوت من جهد الرأی ولا ولیت ذا قرابۃٍ وانی قد استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا واطیعوا

آیا تم اُس شخص کو پسند کرو گے جس کو میں ولی عہد مقرر کروں۔ اس کو خوب سمجھ لو۔ اور میں بالقسم کہتا ہوں کہ میں نے غور اور فکر کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور میں نے اپنے کسی قرابت دار کو تجویز نہیں کیا۔ میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔ تم میرا کہنا سنو اور مانو۔

سب نے کہا " سمعنا واطعنا " ہم نے سنا اور مانا۔

اسکے بعد نیچے اُتر آئے اور حضرت عثمان کو طلب کر کے کہا عہد نامہ لکھو۔ چنانچہ حسب ذیل عہد نامہ لکھا گیا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا ما عهد ابو بکر بن ابی قحافة فی آخر عهدہ بالدنیا خارجاً منها وعند اول عهدہ بالآخرة داخلاً فیها حیث یومن الکافر ویوقن الفاجر ویصدق الکاذب انی استخلفت علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوا له واطیعوا وانی لم آل اللہ ورسوله ودینه ونفسی وایاکم الا خیرا فان عدل فذلک ظنی به وعلمی فیه وان بدل فلکل امرء ما اکتسب والخیر اردت ولا اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاته

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عہد نامہ ابو بکر بن ابی قحافہ کی آخر زندگی کا ہے۔ جبکہ وہ دنیا سے سفر کر رہا ہے اور عالم آخرت کی داخلہ کی پہلی ساعت ہی جہاں کافر مومن۔ بد عقیدہ۔ عقیدتمند۔ اور جھوٹا۔ صداقت شعار ہو جاتا ہے میں نے عمر ابن الخطاب کو اپنا ولی عہد کیا۔ لہذا اُن کا حکم سنو اور مانو خوب سمجھ لو کہ اس بارہ میں خدا۔ اسکے رسول۔ اسکے دین کی خود اپنی اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کرنے کی میں نے پوری کوشش کی ہے۔ اگر وہ عدل کریں گے تو اُن کی نسبت میرا یہی خیال اور علم ہے۔ اگر وہ بدل گئے تو ہر شخص اپنے عمل کا پھل پائیگا۔ نیت میری بخیر ہے غیب کا علم نہیں جو لوگ ظلم کرینگے وہ جلد دیکھ لیں گے کہ وہ کس پہلو پر لیٹا کھائینگے۔ اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

اس عہد نامہ کی تحریر و تشہیر کے بعد ایک شخص نے آکر حضرت ابو بکر سے کہا کہ تم نے عمر کو ولیعہد مقرر کیا ہے حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں سے تمہارے سامنے کیسا برتاؤ کرتے تھے۔ اُسوقت کیا ہوگا جب وہ تنہا رہجائینگے تم اپنے رب کے پاس جا رہے ہو۔ تم سے رعیت کی بابت سوال کریگا حضرت صدیق اُسوقت لیٹے ہوئے تھے۔ یہ کلام سُنکر کہا مجھ کو بٹھادو۔ بیٹھ گئے تو کہا:۔

أبالله تخوفني اذا لقيت قلت استخلفت علی اهلك خير اهلك

کیا مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو۔ میں جس وقت اللہ کے سامنے جاؤں گا تو کہوں گا کہ میں تیری امت سے بہتر بندہ کو اپنا جانشین مقرر کر آیا ہوں

اِسکے بعد حضرت عمرؓ کو تخلیہ میں طلب کیا اور جو سمجھانا تھا وہ سمجھایا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر دعا کی:-

اللهم انی لم ارد بذلك الا اصلاحهم وخفت عليهم الفتنة فعملت فيهم بما انت اعلم به واجتهدت لهم رأيا ووليت عليهم خيرهم واقويهم واحرصهم على ما ارشدهم وقد حضرني من امرك ما حضر فاخلفني فيهم فهم عبادك ونواصيهم بيدك اصلح اليهم ولاتهم واجعله من خلفائك الراشدين واصلح له رعيته۔

اے اللہ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی بہتری کے ارادے کیا ہے اور اس اندیشہ سے کہ ان میں فساد نہو، میں نے وہ عمل کیا ہے جس کو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے خوب غور و فکر کے بعد رائے قائم کی ہے بہترین اور قوی ترین شخص کو اپنا ولیعہد کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کی بہتری کا خواہشمند ہے۔ میرے لیئے تو کوچ کا حکم آچکا۔ اب میں اُن کو تیرے سپرد کرتا ہوں وہ تیرے بندے ہیں اور انکی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اے اللہ انکے حاکموں کو صلاحیت دے اور ولیعہد کو خلفائے راشدین کے زمرہ سے کر اور اُس کی رعیت کو صلاحیت بخش۔

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روانگی شام کے وقت حضرت خالدؓ عراق کی امارت مثنیٰ بن حارثہ کے سپرد کر گئے تھے۔ اُنکی روانگی کے بعد اُدھر کسریٰ نے تازہ دم فوجیں بھیجیں اِدھر حضرت ابوبکرؓ کی علالت کے سبب مدینہ سے مراسلت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت مثنیٰ نے متردد ہو کر بشیر کو اپنا نائب کیا اور خود مدینہ آ پہونچے۔ جس دن وہ پہونچے حضرت ابوبکرؓ کی حیات کا آخری دن تھا۔ تاہم حالات مفصل سنے اور خطرہ کا اندازہ کر کے حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا کہ جو میں کہتا ہوں اسکو سنو اور اسپر عمل کرو۔ مجھ کو توقع ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائیگی۔ دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں کو ترغیب دیکر مثنیٰ کی مدد پر آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت کیوجہ سے تم کو دین کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل سے نہ رکنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہو سکتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ اُس روز میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہے رب کی اگر میں اُس روز حکم الٰہی کی بجا آوری میں کوتاہی کرتا تو اللہ ہم کو تباہ کر کے سزا دیتا اور مدینہ میں آگ بھڑک اُٹھتی۔ اگر خدا تعالیٰ شام میں مسلمانوں کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیجدینا اسلیئے کہ وہ کار آزمودہ اور وہاں کے حالات سے واقف ہے۔ ایک روز دوران مرض میں دریافت کیا کہ مجھ کو بیت المال سے کل وظیفہ ابتک کسقدر

ملا ہے۔ حساب کیا گیا تو چھ ہزار درہم ہوئے (پندرہ سو روپیہ تخمیناً) ہدایت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے بیت المال کا روپیہ واپس دیدیا جائے۔ چنانچہ وہ زمین بیچکر روپیہ واپس دیدیا گیا۔ یہ بھی تحقیقات کی کہ بعیت کے بعد میرے مال میں کیا اضافہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ ایک حبشی غلام ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔ ایک ونٹنی ہے جسپر پانی آتا ہے اور ایک سوا روپیہ کی چادر۔ وصیت کی کہ وفات کے بعد یہ سب چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہونچادی جاویں رحلت کے بعد جب یہ چیزیں حضرت فاروق کے سامنے آئیں تو روئے اور کہا اے ابو بکرؓ تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے۔ قریب وفات حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا تھا۔ کہا تین پارچہ کا۔ وصیت کی کہ میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھولی جائیں۔ ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔ ام المومنین نے کہا کہ ابا جان ہم تنگدست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں۔ جواب میں فرمایا کہ جان پدر نئے کپڑے بمقابلہ مُردوں کے زندوں کیلئے زیادہ موزوں ہیں۔ کفن تو پیپ لہو کیواسطے ہے۔ انتقال کے روز دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت کی تھی۔ لوگوں نے کہا دوشنبہ کو۔ سنکر کہا کہ مجھ کو اُمید ہے میری موت بھی آج ہی ہو۔ وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بنائی جاوے۔ عین سکرات کیوقت جبکہ دم سینہ میں تھا حضرت عائشہؓ نے حسرت سے یہ شعر پڑھا ؎

وابیض تستسقی الغمام بوجھہ ربیع الیتامی عصمۃ للارامل

وہ نورانی صورت جسکے چہرہ کی تازگی سے بادل سیراب ہیں یتیموں پر شفیق بیواؤں کی پناہ ہے

آنکھیں کھولدیں اور کہا یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آخر کلام یہ تھا:۔

رب توفنی مسلما والحقنی بالصالحین اے رب تو مجھ کو مسلمان اُٹھا اور صالحوں سے ملا

۲۲۔ جمادی الآخر ۱۳ھ دوشنبہ کا دن گزرنے پر عشاء و مغرب کے درمیان وفات پائی۔ نماز جنازہ کی امامت حضرت عمرؓ نے کی اور اُسی شب کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اس طرح دفن کئے گئے کہ اُن کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ کے برابر۔

رہا - رضی اللہ عنہ - عمر ۶۳ سال کی تھی - ایام خلافت دو برس تین مہینے گیارہ دن -

ذاتی حالات | قبول اسلام کیوقت مالی سرمایہ چالیس ہزار درہم تھا - تجارت ذریعۂ معاش تھی - اس سرمایہ کو خدمتِ اسلام میں صرف کرتے رہے جب ہجرت کرکے مدینہ کو چلے تو پانچزار درہم باقی تھے سب ساتھ لے آئے اور مدینہ میں تجارت اور مالی خدمت اسلام کا شغل جاری رہا - وفات کیوقت نقد ایک حبہ نہ تھا - خلافت کے بعد بھی شغل تجارت قایم رہا - روزانہ چادریں اپنے کندھے پر لاد کر بازار کو لیجاتے اور خرید و فروخت کرتے - چھ مہینے تک یہی عمل رہا جب مشاغل خلافت بڑھے اور فرصت مفقود ہوئی تو صحابہ کو جمع کیا اور کہا کہ خلافت کے کاروبار اب تجارت کی مہلت نہیں دیتے اور میں اہل و عیال کی پرورش کا سامان مہیا نہیں کرسکتا - یہ سُنکر صحابہ کرام نے اُنکے مصارف خزانہ سے مقرر کردیے - بعد غور معیار مصارف مدینہ کے ایک مہاجر کا خرچ رکھا گیا - اسمیں اختلاف ہے کہ مقدار وظیفہ کی کیا تھی - بعض نے کہا ہے کہ آدھی بکری کا گوشت روزانہ معمولی لباس - شرط یہ تھی کہ پُرانا لباس بیت المال میں داخل کردیا جائے بعض نے نقد وظیفہ کا تقرر لکھا ہے - نقدی کی مقدار باختلافِ روایت ڈھائی ہزار درہم سالانہ سے چھ ہزار درہم تک بتائی گئی ہے - میں کم و بیش ڈھائی ہزار کو ترجیح دیتا ہوں - وجہ یہ کہ وفات کے وقت جو حساب وظیفہ کا کیا گیا اُسکے بموجب کچھ اوپر سوا دو سال کا وظیفہ چھ ہزار درہم ہوا -

خلافت سے پہلے سُنح میں رہتے تھے - وہیں اُنکی بی بی حضرت حبیبہ خارجہ انصاریہ کی سکونت تھی ایک کمل کا حجرہ (چھوٹا خیمہ یا راوٹی) مکان کی بساط صرف اسقدر تھی چھ مہینے تک زمانہ خلافت میں بھی اُسی میں قیام رہا - جس روز وہاں جانے کی باری ہوتی جاتے اکثر پیدل کبھی اپنے ذاتی گھوڑے پر - عشاء کے بعد جاتے صبحکو واپس آجاتے - خلافت سے پہلے محلہ کی لڑکیاں اُنکے پاس بکریاں لاتیں اور وہ دودھ دوہ دیتے جب خلیفہ ہوکر محلے میں گئے تو لڑکیونے دیکھ کر کہا اب یہ دودھ نہیں دوہینگے - سُنکر کہا ضرور دوہونگا - مجھ کو خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ اس منصب سے میری کسی عادت میں فرق نہیں آئیگا چنانچہ جب محلہ میں آتے تو دریافت کرتے دودھ دوہ دوں - یا

بکریاں چرالاؤں جیسا لڑکیاں کہہ دیتیں اسکے مطابق تعمیل کرتے۔ خود اُن کی بکریاں بھی تھیں۔ کبھی کبھی اُن کو بھی لیجاکر چراتے۔ شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب محلّے میں نکلتے تو بچّے بابا بابا کہکر دوڑتے اور آکر لپٹ جاتے۔ جمعہ کے دن صبح کو سُنح میں ٹھہر کر سر اور داڑھی میں سُرخ خضاب لگاتے۔ غسل کرتے کپڑے بدلکر مدینہ آتے اور نمازِ جمعہ پڑھاتے۔ چھ مہینے کے بعد سُنح کی سکونت ترک کرکے مدینہ کے مکان میں متصل مسجدِ نبوی سکونت اختیار کی۔ اُن بزرگوں کی روزانہ زندگی کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے

ایک روز حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرکے دریافت فرمایا۔ آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا۔ حضرت ابو بکرؓ۔ میں نے۔ جنازہ کے ساتھ کون گیا۔ حضرت ابو بکرؓ۔ میں محتاج کو کھانا کس نے کھلایا۔ حضرت ابو بکرؓ۔ میں نے۔ بیمار کی عیادت کس نے کی۔ حضرت ابو بکرؓ۔ میں نے۔ سُن کر ارشاد فرمایا کہ یہ اوصاف جسمیں جمع ہونگے وہ جنّتی ہے۔

مدینہ کے کنارہ پر ایک بوڑھیا اندھی محتاج رہتی تھی حضرت عمرؓ ہمیشہ اُس کے یہاں اس ارادہ سے جاتے کہ کچھ خدمت کریں۔ مگر جب پہونچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی آدمی اُن سے پہلے آکر خدمت کر گیا۔ ایک روز دروازے میں چھپ کر کھڑے ہوگئے۔ وقتِ مقررہ پر وہ شخص آیا۔ دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ تھے۔ یہ خلافت کا زمانہ تھا۔ مقررہ وظیفہ کے خرچ میں کس قدر احتیاط تھی اسکا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے

ایک روز اُن کی بی بی نے شیرینی کی فرمایش کی۔ جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں۔ انھوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرّہ میں سے کچھ دام بچاکر جمع کرلوں۔ فرمایا جمع کرو۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہوگئے تو حضرت ابو بکرؓ کو دیے کہ شیرینی لادو۔ پیسے لیکر کہا۔ معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضرورت سے زیادہ ہیں۔ لہذا بیت المال کا حق ہیں۔ چنانچہ وہ پیسے خزانے میں جمع کرادیے اور اُسیقدر اپنا وظیفہ کم کردیا۔ منہ پر کوئی تعریف کرتا تو کہتے اے اللہ تو میرا حال مجھسے بہتر جانتا ہے اور تعریف کرنے والوں سے میں اپنا حال بہتر جانتا ہوں۔ جو اِن کا گمان میری نسبت ہے اُس سے اچھا مجھکو کردے اور میرے وہ گناہ بخشدے جنکو یہ نہیں جانتے اور جو یہ کہتے ہیں اُس کا مواخذہ مجھسے مت کیجیو۔ اپنا سب کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ دوسروں سے کام لینے سے سخت احتراز تھا۔ انتہا یہ کہ اونٹ کی نکیل

ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اتر کر نکیل اُٹھاتے۔ ایکبار لوگوں نے کہا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں کہتے۔ جوابدیا کہ :۔

ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان لااسئل الناس شیئاً { میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو حکم ہے کہ انسان سے میں کچھ نہ مانگوں۔

حُلیہ رجل ابیض نحیف خفیف احنی لایستمسک ازارہ یسترخی عن حقویتہ معروق الوجہ غائر العینین ناتی الجبہہ عاری الاشاجم حسن القامۃ

گورے چٹے دبلے پتلے آدمی تھے۔ کمر جھکی ہوئی تھی۔ تہمد کمر پر نہیں رُک سکتا تھا۔ نیچے کو کھسک جاتا تھا۔ چہرہ سُتا ہوا آنکھیں بیٹھی ہوئیں۔ پیشانی بلند۔ اُنگلیوں کے جوڑ گوشت سے خالی۔ قد موزوں۔

امام زہری کا قول ہے کہ بال گھونگروالے تھے۔ آواز دردناک تھی۔ بات بہت کم کرتے تھے جو کہتے سنجیدہ کہتے انداز کلام ذوق و محویت کی شان لئے ہوئے تھا۔ قلب نہایت رقیق و نرم تھا اسی لئے اَوّاہ لقب تھا۔ سخی، باوقار، حلیم، و شجاع تھے۔ رائے نہایت سدید وصائب تھی، اُس کا جوہر وہ نور ایمانی تھا جس کا نام اصطلاح شرع میں فراست مومن ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں (خلاصۃً) حضرت ابوبکرؓ علم کتاب و سنت میں مثل دیگر علمائے صحابہؓ تھے جس صفت میں سب سے ممتاز تھے وہ یہ تھی کہ جب کوئی مشکل مسئلہ یا مشورہ پیش آتا وہ اپنی فراست کو اسپر غور کرنے میں صرف کرتے۔ خداوند تعالیٰ غیب سے ایک شعاع اُنکے دل پر ڈالتا جس سے حقیقت حال روشن ہوجاتی۔ اِس شعاع کا ظہور لطیفۂ قلبیہ سے ہوتا۔ لہذا حقیقت حال بصورت عزیمت ظاہر ہوتی۔ نہ برنگ تخیل "

اصولِ حکومت | بُنیاد حکومت قرآن و حدیث تھی۔ جب کوئی معاملہ پیش آتا اوّل قرآن کیطرف رجوع کرتے۔ اگر کلامِ مجید میں نہ ملتا حدیث کیطرف توجہ کرتے۔ اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی مجمع میں آکر دریافت کرتے کہ فلاں معاملہ میں کسی کو حدیث یاد ہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی اسپر شکر کرتے کہ میری مدد کیواسطے اسقدر سنّت رسولؐ کے جاننے والے موجود ہیں۔ جب حدیث بھی نہ ملتی تو صحابہؓ میں جو اہل الرائے اور مُنتخب بزرگ تھے اُن کو جمع کرکے مشورہ کرتے جس رائے پر اجماع ہوجاتا اُسی پر کاربند ہوتے۔ اسلام نے جو مساوات کی روح پھونکی تھی۔ اُس کو آخر عہد تک نہایت اہتمام سے قائم رکھنے کی کوشش کی۔ بیت المال کی آمدنی مساوی طور پر تقسیم

یکجاتی تھی - اُسمیں جوان، بوڑھے، مرد، یا عورت کا کچھ امتیاز نہ تھا - اُن کا قول تھا -

لایحقرن احد احداً من المسلمین فان | تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے اس لئے کہ
صغیر المسلمین عند اللہ اکبر - | چھوٹا سا مسلمان (بھی) اللہ کے نزدیک بڑا ہے -

ایکمرتبہ مجمع میں بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا "السلام علیکم یا خلیفۃ رسول اللہ" سُنکر کہا تمام مجمع میں خصوصیت کیسا تھ مجھ کو سلام کیوں کیا ؟ - خلافت کے بعد جب اول مرتبہ ادائے عمرہ کے واسطے مکہ گئے تو لوگ اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگے سبکو علیحدہ کر دیا اور کہا اپنی اپنی راہ چلو - شان تکبر سے ہمیشہ احتراز رکھا - ایکمرتبہ ایک فاتح امیر نے نامۂ فتح کے ساتھ دشمن کا سر بھیجا تو بہت ناخوش ہوئے - لانیوالے نے عذر کیا کہ ہمارے دشمنوں کا یہی طرز عمل ہے - فرمایا کہ ہم روم و فارس کے مقلد نہیں اسکے بعد عام ہدایت کی کہ آیندہ صرف فتح کی خبر بھیجی جائے دشمن کا سر نہ بھیجا جائے - عُمال کی بابت یہ اُصول تھا کہ جو عامل حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تھے وہ بدستور قایم و برقرار رہے - سادگی اسلام کو ہمیشہ اپنا شعار رکھا - اُس سادگی و وقار پر ہزار تکلف اور شان و شوکت نثار تھے - اہل ارتداد کے مقابلے سے جب اسلام کے لشکر لوٹے تو اُن کے ہمراہ ذوالکلاع حمیری بھی یمن سے آئے یہ اِس شاہی خاندان حمیر کی یادگار تھے جو مدتوں یمن پر جاہ و جلال کیساتھ فرمانروا رہ چکا تھا - شاہی خاندان کے دور آخر کے تکلفات و ناز و نعمت کا پورا جلوہ ذوالکلاع میں نظر آتا تھا - سر پر جواہر نگار تاج تھا - بدن میں زریں پوشاک - طلائی پیٹی کمر میں - ہمراہی بھی زرق برق لباس میں تھے - مدینہ آکر خلیفہ کو دیکھا تو گیرو اچادریں ایک باندھے ایک اوڑھے - اسلامی وقار و تمکین کا رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ ذوالکلاع نے لباس شاہی چھوڑ کر دلق درویشی اختیار کر لی ایک روز مدینہ کے بازار میں نکلے تو کمر سے چمڑے کی معمولی پیٹی بندھی تھی ایک ہمراہی نے دیکھ کر حسرت سے کہا کہ یہ کیا شکل بنالی - جواب دیا کہ اسلامی اثر سے لایعنی تکلفات بے لطف ہو گئے -

عمال و کاتب | حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح خزانہ کے مہتمم تھے اور جزیہ کی آمدنی کا حساب اُنکے سپرد تھا - بیعت کے بعد اُنھوں نے کہا کہ مال کا کام خلیفہ کی طرف سے میں انجام دونگا - خزانہ جبتک حضرت ابوبکرؓ

سے نہیں ہے وہاں رہا قفل پڑا رہتا تھا، پہرہ نہ تھا، لوگوں نے کہا کہ پہرہ رکھئے تو جواب دیا قفل کافی ہے۔ جب مدینہ کی سکونت اختیار کی تو خزانہ مدینہ چلا آیا۔

قاضی حضرت عمرؓ تھے۔ اُس عہد کی صفائی معاملات کا یہ عالم تھا کہ ایک سال تک ایک مدعی بھی حضرت عمرؓ کے سامنے نہ آیا۔ کاتب حضرت زید بن ثابت، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عثمان تھے معمولی خط کتابت کا کام جو حاضر ہوتا اُس سے لے لیا جاتا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس زمانے میں اِن خدمات کا معاوضہ لینا سخت بُرا سمجھا جاتا تھا۔ جو کام کرتے محض حسبۃً للہ۔

عُمّال

نام عامل	مقام حکومت	نام عامل	مقام حکومت
عثمان بن ابی العاص	طائف (حجاز)	عتاب بن اُسید	مکہ (حجاز)
زیاد بن لبید انصاری	حضرموت (یمن)	مہاجر	صنعاء (یمن)
حضرت ابو موسیٰ اشعری	زبید و زمع "	یعلی بن منیہ	خولان "
علاء حضرمی	بحرین "	حضرت معاذ بن جبل	جند "
عیاض بن الغنم	دومۃ الجندل (عراق)	جریر بن عبد اللہ	نجران "
جرش	ثور (بلاد مزینہ)	مثنیٰ بن حارثہ	عراق

علمی کمالات و علمی خدمات

قرآن - قرآن شریف بطور وحی تیئیس برس تک تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ بہت سے صحابہ کرامؓ ایسے تھے جن کو کلام مجید پورا حفظ تھا۔ نہایت کثرت سے ایسے جنکو مختلف حصے یاد تھے۔ جب وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کاتبانِ وحی میں سے کسی کو طلب فرماتے اور لکھوا دیتے۔ حضرت زید بن ثابت کو یہ سعادت اکثر حاصل ہوتی۔ کاغذ نایاب تھا اسلئے علاوہ کاغذ کے وحی چمڑے کے ٹکڑوں، کھجور کی چھال، بکری کے شانہ کی ہڈی سپید پتھر کے ٹکڑوں پر بھی لکھی جاتی اور یہ لکھے ہوئے اجزا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس محفوظ رہتے تھے

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

یمامہ کے پُر شور معرکہ سے یہ نتیجہ خیر نکلا کہ کلام مجید ایک جگہ تحریر ہو کر بشکل کتاب محفوظ ہو گیا۔ اوپر سُن چکے ہو کہ معرکہ مذکور میں کس کثرت سے مہاجرین و انصار شہید ہوئے اُن میں کثرت سے ایسے تھے جو کُل یا جزو قرآن کے حافظ (قرار) تھے حضرت عمرؓ نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ مسلمانوں کو ابھی بہت سے معرکے سر کرنے ہیں اگر ہر معرکے میں اسی کثرت سے حافظ شہید ہوئے تو قرآن کا خدا حافظ ہے۔ آپ حکم دیجئے کہ کلام مجید ایک جگہ ضبط تحریر میں آجاوے۔ اوّل حضرت صدیقؓ نے اس بنیاد پر تامل کیا کہ جو فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا کس طرح کریں مگر بحث کے بعد حضرت ابو بکرؓ پر منکشف ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی رائے صحیح ہے۔ حضرت زید بن ثابت کو طلب کر کے اول اپنی اور حضرت عمرؓ کی گفتگو کا اعادہ کیا۔ پھر کہا تم جوان ذی ہوش ہو کوئی الزام تم پر نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی لکھا بھی کرتے تھے۔ لہٰذا تم کلام مجید لکھ کر ایک جگہ جمع کر دو اول حضرت زید بن ثابت کو بھی وہی تامل ہوا جو حضرت صدیقؓ کو ہوا تھا۔ لیکن مباحثہ کے بعد اطمینان ہو گیا۔ اور انھوں نے خدمت قبول کی۔ حضرت زید کا مقولہ ہے کہ اگر پہاڑ کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا میرے سپرد کیا جاتا تو وہ آسان ہوتا بمقابلہ اسکے جمع قرآن کا بوجھ میرے سر پر رکھا گیا۔ اس سے اُس احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے جو حضرت زید بن ثابت کو خدمت مفوضہ کی ذمہ داری کا تھا۔ کاشانہ نبوت سے تحریر شدہ اجزا برآمد کئے گئے۔ مزید احتیاط و غایت اہتمام صحت کے لحاظ سے حضرت زید بن ثابت اُن اجزا کا مقابلہ بار بار اُن صحابہ سے کرتے جن کو کل یا جز کلام مجید یاد تھا۔ اور جب کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہتا تب کاغذ پر نقل کرتے۔ غرض اسی جانفشانی و تحقیق کے ساتھ حضرت زید بن ثابت نے تمام کلام مجید کاغذ پر لکھکر ایک جگہ جمع کر دیا حضرت ابو بکرؓ نے اُس کا نام مصحف رکھا۔ یہ نسخہ خاص حضرت ابو بکرؓ کی تحویل میں رہا۔ حضرت ابو بکر خود بھی حافظ قرآن تھے۔ اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کاتبان وحی کے زُمرہ میں شامل۔ لکھنا اُس زمانہ میں اسقدر کمیاب تھا کہ قریش کے اتنے بڑے قبیلے میں بقول علامہ بلاذری آغاز اسلام میں صرف سترہ آدمیوں کو لکھنا آتا تھا۔ زمانہ خلافت میں

جو اشکال معانی کلام مجید کے متعلق پیش آیا اُس کو حل کیا۔

حدیث۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جو حضرت ابوبکر کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوئیں۔ اِس طرح وہ اُن کے عالمِ وجود میں آنیکے باعث ہوئے۔ ایک سو بیالیس حدیثیں بروایت حضرت صدیق مروی ہیں۔ اُن کو امام سیوطی نے تاریخ الخلفا میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ قلّت روایت کے اسباب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ لکھے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم زندہ رہے، وہ تھوڑا زمانہ بھی اور قسم کی مہمات کے طے کرنے میں گزر گیا۔ اُنکے معاصر قریبًا سب صحابہ تھے۔ جو خود عالم حدیث و روایت حدیث سے مستغنی تھے۔ تابعین بہت ہی کم تھے۔ واقعات بھی زیادہ پیش نہیں آئے۔ باوجود قلّت روایت کے اُمہات مسائل میں حضرت ابوبکر کی روایتیں سند ہیں۔ مثلاً طریقہ نماز حضرت ابوبکر سے ابن زبیر نے حاصل کیا۔ اُن سے امام عطانے۔ اُن سے ابن الجریج نے۔ ابن الجریج کی نسبت یہ قول ہے کہ اُن کے زمانہ میں اُن سے بہتر نماز کا ادا کرنے والا نہ تھا۔ اہل مکہ ادائے نماز میں طریقہ صدیقیہ کے پابند تھے۔ زکوٰۃ کی مقادیر کی بابت سب سے زیادہ مستند روایت حضرت صدیق کی ہے۔

فقہ۔ فقہ کے متعلق اجتہاد کا قاعدہ مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بن گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ " وے رضی اللہ عنہ، شیخ و اُستاد جمیع مجتہدین شد بوضع این قاعدہ " فقہ کے جو مشکل مسائل پیش آئے اُن کو حل کیا۔ مثلاً میراث جدّہ۔ میراث جد۔ تفسیر کلالہ۔ حد شرب خمر۔ مہم شام کی روانگی کیوقت جو احکام اُمرا لشکر کو دیئے وہ صدیوں تک اُمرائے اسلام کا دستور العمل رہے۔

تعبیر رویا۔ یہ بھی ایک علم الٰہی ہے جسکا ادراک جدید روشنی میں مشکل ہے۔ وجہ یہ کہ جو لوگ نہیں سمجھتے یا نہیں سمجھا سکتے وہ نور و صفائی باطن سے محروم ہیں جس کی ضرورت اِس فن کیلئے ہے بہرحال فن تعبیر کے امام ابن سیرین کا قول ہے۔

کان ابوبکر اعبر ھذہ الامۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں ابوبکر فن تعبیر میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔

تصوف۔ سب سے اول تصفیہ و تزکیہ باطن کیواسطے کلمہ طیبہ کا طریقہ ذکر حضرت ابوبکر نے تلقین کیا حضرت جنید کا قول ہے کہ توحید میں بزرگ تر کلام حضرت ابوبکر صدیق کا یہ مقولہ ہے۔

سبحان من لم یجعل لخلقہ سبیلا الا بالعجز۔	پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لیے سوائے عجز کے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

کشف المحجوب میں ہے طریقہ تصوف کے امام ابو بکر ہیں انقطاع عن الاغیار جو جان تصوف ہے اُنکے اس خطبے سے عیاں ہے۔ الا من کان یعبد محمدًا الخ۔ محبت دنیا سے پاک و صاف ہونے کا شاہد غزوہ تبوک کا وہ واقعہ ہے۔ ماخلفت لعیالک۔ قال اللہ ورسولہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑ آئے۔ کہا اللہ اور اُس کا رسول۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تصوف صدیقی کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر کے اُن تمام اوصاف کی تفصیل کی ہے جو اساس تصوف ہیں مثلاً توکل، احتیاط، تواضع، خدا کی مخلوق پر شفقت، رضا۔ خوف الٰہی۔ جو صاحب شایق تفصیل ہوں ازالۃ الخفا دیکھیں۔ ہم مضمون کے عام فہم نہ ہونیکے سبب زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتے صرف خوف الٰہی کی ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں حضرت ابو بکر نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا:۔

طوبیٰ لک یاطیر تاکل من شجرۃ وتستظل من شجرۃ وتصیر الی غیر حساب۔ یالیت ابابکر مثلک

اے پرندے خوشحال ہے تو پھل کھاتا ہے۔ درخت کے سایہ میں بسر کرتا ہے۔ حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں۔ کاش ابو بکر تجھ سا ہوتا۔

نماز میں خشیت الٰہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک چوب خشک کی طرح کھڑے ہوتے۔ طریقہ نقشبندیہ جو آجتک عالم میں فیض رساں ہے اُس کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق حضرت ابو بکر صدیق تک پہنچتا ہے۔

عقائد۔ عقائد کے متعلق حضرت ابو بکر نے سب سے اول توحید رسالت کا امتیاز علی الاعلان اُس وقت ظاہر کیا جبکہ خود صحابہ کرام متحیر تھے یعنی بعد وفات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع کا خطبہ قیامت تک یادگار رہیگا۔ بعد بیعت رسالت وخلافت کے حدود صاف صاف علیحدہ قائم کردیے۔ خلیفہ ہونیکے بعد ایک خطبہ خاص اس مبحث کے متعلق دیا۔ اُسمیں بوضاحت بیان کیا کہ دو بڑی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مخصوص تھیں وہ مجھ سے طلب نہ کرنا۔ ایک وحی دوسری عصمت اس کو اس کثرت کیساتھ خطبوں میں ظاہر کیا کہ سامعین کے ذہن میں راسخ ہو گیا۔ علاوہ خطبوں کے اور مواقع پر بھی اس کا لحاظ اہتمام کیساتھ رکھا۔ کسی نے اُن سے کہا خلیفۃ اللہ تو کہا:۔

اناخلیفۃ رسول اللہ وانا بہ راض — میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے خوش ہوں۔

ایکبار کسی پر غصّے ہو رہے تھے ایک شخص نے کہا حکم ہو تو اسکی گردن اُڑا دوں فوراً کہا کہ یہ رتبہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ واقعات وفات میں پڑھ چکے ہو کہ شدّت سکرات میں جب ایک مدحیہ شعر اُن کی شان میں پڑھا گیا تو آنکھیں کھولکر کہدیا کہ یہ شان رسول اللہ کی تھی۔ زکوٰۃ اور نمازیں جو تفریق قایم کرنیکی کوشش کیگئی اُسکو آغاز خلافت میں کس شدت سے روکا۔

علم انساب شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آج انساب قریش کے متعلق جسقدر علم ہے وہ بروایت زبیر بن بکار محفوظ ہے۔ اُنھوں نے مصعب بیری سے حاصل کیا مصعب نے بہ یک واسطہ مطعم بن جبیر سے مطعم نے حضرت ابو بکر سے۔

بلاغت خطب مورخین کا قول ہے کہ صحابۂ کرام میں فصاحت خطبہ میں دو صحابی سب سے ممتاز تھے ایک حضرت ابو بکر دوسرے حضرت علی مرتضیٰ۔

بعض مقولے :-

لا یحقرن احد کم احداً من المسلمین فان صغیرا المسلمین عند اللہ اکبر وجدنا الکرم فی التقوےٰ والغناء فی الیقین والشرف فی التواضع۔

تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے اسلئے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بڑا ہے۔ ہم نے بزرگی تقوے میں اور بے نیازی یقین میں اور عزت تواضع میں دیکھی۔

ایک خطبے میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے تھے جو آجکل ہر مسلمان کا دستور العمل بننے چاہئیں۔

ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم۔

باہم قطع تعلق مت کرو۔ بغض نہ رکھو۔ حسد مت کرو۔ اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔ جیسا کہ تم کو حکم ہے۔

حضرت خالد بن ولید کو ایک موقع پر نصیحت کی :-

فر من الشرف یتبعک الشرف واحرص علی الموت توھب لک الحیوۃ۔

جاہ وعزت سے بھاگو عزت تمہارے پیچھے پھریگی موت پر دلیسر رہو تم کو زندگی بخشی جائیگی۔

محبت رسول حضرت صدیق اکبر محبت رسول میں غرق تھے۔ حضرت عروہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے سال حضرت ابو بکر نے ایک روز خطبہ

دیا اُس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے۔

انی سمعت نبیکم صلی اللہ وسلم عام الاوّل — یعنی میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پارسال سنا ہے

پارسال کے لفظ سے حادثۂ وفات یاد آگیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بیتاب ہوگئے سنبھلکر پھر خطبہ کا سلسلہ درُست کیا۔ پھر ان الفاظ سے دل پر چوٹ لگی اور مضطرب ہوگئے۔ تیسری دفعہ ضبط کی کوشش کی اور خطبہ ختم کیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انّا حضرت ام ایمنؓ کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے۔ بعد خلافت حضرت ابوبکرؓ نے ایک روز حضرت عمرؓ سے کہا۔

انطلق بنا الی امّ ایمن نزورھا کما کان — چلو سُنت نبوی کی پیروی کریں اور اُم ایمن سے

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا — مل کرلیں۔

وہاں پہونچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے کہا روتی کیوں ہو۔ اللہ کا تقرب اُسکے رسول کے واسطے بہتر ہے۔ کہا یہ میں بھی جانتی ہوں۔ صدمہ اس کا ہے کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ یہ سنکر دونوں صاحب رونے لگے۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا اصلی سبب وفات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تھی۔ اس صدمے سے گھلتے رہے۔ یہانتک کہ انتقال ہوگیا۔

ازواج واولاد حضرت ابوبکرؓ نے چار شادیاں کیں۔ دوٗ زمانۂ جاہلیت میں دوٗ بعد اسلام۔ ایام جاہلیت کی بیبیاں قتیلہ اور ام رومانؓ تھیں۔ قتیلہ قبیلۂ بنی عامر سے تھیں۔ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ ام رومان مالک بن کنانہ کی اولاد سے تھیں۔ اسلام لائیں۔ ہجرت کیوقت حضرت ابوبکرؓ اُن کو مکہ میں چھوڑ گئے تھے۔ چند روز کے بعد مدینہ بلا لیا۔ ذیحجہ ۶ھ ہجری میں بمقام مدینہ رحلت کی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے دفن کیا۔ زمانۂ اسلام میں ایک شادی اُم رومان کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس سے ۸ھ ہجری میں کی۔ دوسری شادی حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ سے۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کیوقت یہ دونوں بیبیاں زندہ تھیں۔ اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ اولاد میں سب سے بڑے حضرت عبدالرحمٰن اُم رومان کے بطن سے ۵۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے لڑکے عبداللہ قتیلہ کے بطن سے۔ غزوۂ طائف میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب شریک تھے۔ تیر کا زخم پاؤں

میں لگا۔ اسکے صدمہ سے شوال ۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ تیسرے لڑکے محمد ہیں۔ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ انکی والدہ اسمار بنت عمیس تھیں۔ قاسم انکے صاحبزادے تھے جو فقہائے سبعہ میں ہیں۔ لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت اسمار تھیں۔ انکی والدہ قتیلہ حضرت زبیر کے ساتھ شادی ہوئی۔ سترہ آدمیوں کے بعد دائرۂ اسلام میں شامل ہوئیں۔ دوسری لڑکی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں حضرت عبدالرحمٰن کی حقیقی بہن تمام ازواج مطہرات میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھیں۔ اُن کا علم وفضل مسلم ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ جو آٹھ بزرگ صحابہ کرام میں اجتہاد فقہ میں ممتاز تھے اُن میں حضرت عائشہ بھی تھیں۔ تیسری لڑکی ام کلثوم ہیں۔ انکی والدہ بنت خارجہ اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ لڑکوں میں سلسلۂ نسل حضرت عبدالرحمٰن اور محمد سے چلا۔ حضرت عبداللہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

باب سوم

فضائل

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس تیرہ سو برس کے عرصے میں کتنی کروڑ مرتبہ خطیبوں نے بر سر منبر حضرت ابو بکر کے "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق" ہونے کا اعلان کیا ہے اور اس طرح اُن کی فضیلت کی سچی شہادت علی رؤس الاشہاد ادا کی ہے آج بھی چار دانگ عالم میں جہاں جہاں اہل حق ہیں یہ پر عظمت صدا ہر جمعہ کو لاکھوں ممبروں پر بلند ہوتی ہے۔

فضائل صدیقی کی بنیاد تین شہادتوں پر ہے (۱) آیات کلام مجید (۲) احادیث نبوی اور (۳) اقوال صحابہ کرام واہلبیت اطہار وسلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

لہ اس باب کا ماخذ کتب ذیل ہیں:-

(۱) تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی (۲) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی (۳) الصلوٰۃ الدامعہ مصطفےٰ بن کمال الدین خلوتی (۴) الاصابہ امام ابن حجر عسقلانی (۵) الاستیعاب حافظ ابن عبدالبر (۶) الریاض النضرۃ۔ محب الدین طبری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اسی ترتیب سے ہم فضائل بیاں کرتے ہیں۔

آیاتِ کلام مجید (۱) واللیل اذا یغشیٰ ۵ والنہار اذا تجلیٰ ۵ وما خلق الذکر والانثیٰ ۵ ان سعیکم لشتیٰ ۵ فاما من اعطیٰ واتقیٰ ۵ وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ ۵

قسم رات کی جب ڈھانک لے۔ اور دن کی جب روشن ہو۔ نر اور مادہ پیدا کرنے کی ضرور تمہاری کوشش قسم قسم کی ہے۔ جس نے دیا اور پرہیز گار ہوا اور سچ مانا اچھی بات کو تو ہم اس کو آہستہ آہستہ آسانی میں پہونچا ئیں گے۔

وسیجنبہا الاتقیٰ ۵ الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ ۵ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ ۵ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ۵ ولسوف یرضیٰ ۵

اور سب سے زیادہ پرہیز گار جہنم کی آگ سے بچا یا جائیگا جو دیتا ہے اپنا مال تزکیۂ باطن کے لئے۔ اور نہیں اس پر کسی کا احسان جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی کے واسطے دیتا ہے اور وہ ضرور آئندہ خوش ہوگا۔

مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے راہِ خدا میں حضرت بلالؓ وغیرہ کو (جو اسلام لانے کی وجہ سے اپنے کافر آقاؤں کے پنجۂ عذاب میں گرفتار تھے) خرید خرید کر آزاد کیا تو ایک روز ان کے والد ابوقحافہ نے کہا کہ "جانِ پدر۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور اور حقیر غلاموں کو مول لے لیکر آزاد کرتے ہو۔ کاش تم قوی اور کام کے آدمیوں کو آزاد کرتے تو وہ تمھارے کام آتے اور پشت و پناہ بنتے" حضرت ابوبکر نے یہ سنکر جواب دیا کہ :-

" اباجان - میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں" اسپر آیاتِ بالا نازل ہوئیں۔

امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ "اجماع اُمت اسپر ہے کہ آیۃ وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے" اس موقع پر ایک نکتہ سُن لینا چاہیے - آیۃ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو "اَتْقیٰ" (سب سے زیادہ پرہیز گار) فرمایا ہے - ایک دوسری آیت ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (اللہ کے نزدیک بالتحقیق تم میں وہ سب سے زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے) ان دونوں آیتوں کے مفہوم سے منطق کی شکل اول بنی - ابُوبَکْرٍ اَتْقٰکُمْ وَ کُلُّ اَتْقٰکُمْ اَکْرَمُکُمْ - فَاَبُوبَکْرٍ اَکْرَمُکُمْ (ابوبکر سب سے زیادہ پرہیز گار ہیں - سب سے زیادہ پرہیز گار سب سے زیادہ بزرگ ہے - لہذا ابوبکر سب سے زیادہ بزرگ ہیں)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ "احادیث سے حضرت ابوبکر کی افضلیت کی چار وجہیں معلوم

ہوتی ہیں ۔ اوّل اُمّت میں مرتبۂ علیا پانا۔ صدیقیت اسی سے مُراد ہے۔ دوم ابتدائے اسلام میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت۔ سوم نبوت کے کاموں کو اِتمام تک پہونچانا۔ چہارم آخرت میں علومرتبہ"۔ یہ بھی لکھا ہے کہ" حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی عملی قوت اور عقلی قوت حضرات انبیا علیہم السلام کی عملی وعقلی قوت سے مشابہ تھی"جس مال کو راہِ خدا میں صرف کر کے حضرت ابوبکر لطفِ خداوندی سے ممتاز ہوئے اُس کی شان دیکھو۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے مال کو مثل اپنے مال کے بے تکلف خرچ فرماتے تھے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ ہم پر جس کا احسان تھا ہم نے اُس کا بدلہ دیدیا۔ صرف ابوبکر کا احسان باقی ہے اُس کا بدلہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ بخشے گا"۔ اِس حدیث کے ساتھ ایک اور حدیث ملاؤ۔

یا ابا بکر عطاک اللہ الرّضوان الاکبر قال وما رضوانه الاکبر قال ان اللہ یتجلی للخلق عامۃ ویتجلی لک خاصۃ	اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تم کو سب سے بڑی خوشنودی سے سربلند فرمایا عرض کیا۔ یا رسول اللہ سب سے بڑی خوشنودی اللہ کی کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ مخلوق کے واسطے تجلی عام فرمائیگا۔ اور تمہارے واسطے تجلی خاص۔

اب تمہارے ذہن میں عطائے ربانی کا مفہوم آسکے گا۔ ایک اور امر غور طلب ہے۔ آیاتِ بالا میں حضرت ابوبکر کے خوش ہوجانے کا وعدہ ہے۔ سورہ والضحیٰ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش فرمادینے کا وعدہ ہے۔ اِس سے بھی حضرت ابوبکر کے علومرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۲) الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا ؕ	اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے ہو تو (کچھ پرواہ نہیں) اللہ نے اُن کی مدد اُسوقت کی جب کافروں نے اُن کو نکالدیا اور وہ دو میں سے ایک تھے۔ جب دونوں غار میں تھے۔ جس وقت وہ اپنے دوست سے کہتے تھے ملول نہ ہو خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اِس آیت میں اُس موقع کا ذکر ہے جب ہجرت کیوقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حضرت ابوبکر غارِ حرا میں تھے۔ اُسوقت کا ارشاد " انّ اللہ معنا " اُس قوت ایمانی کا جلوہ دکھلاتا ہے جسکے سامنے مخالفین نے بھی سرِ تسلیم وادب خم کردیا ہے۔ ایسے موقع پر صدّیق اکبر کی محبّت اُنکے علومرتبہ کی اعلیٰ شہادت ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

علو مرتبہ کا پایا بلند تر ہو جاتا ہے بلکہ اُس درجہ پر پہونچ جاتا ہے جسکے آگے صرف رسالت اور نبوت کا رُتبہ ہے جب اس ارشادِ نبوی پر غور کیا جائے " ماظنك باثنين الله ثالثهما " اے ابو بکر تمہارا اُن دو کی نسبت کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ جب کفار سرگرم تلاش غارِ حرا کے منھ پر آکھڑے ہوتے ہیں اور یارِ غار کو اُنکے پانوں نظر آتے ہیں تو اُنکی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے۔ "اے اللہ کے رسول ہم تو اب پالئے گئے۔ اُسوقت ارشادِ بالا صادر ہوتا ہے۔ غور کیجیے قربِ الٰہی کا یہ وہ مقام ہے جہاں صرف اللہ۔ رسول اور صدیق ہیں۔ اللہ اکبر۔ ثانی اثنین میں دوسری شان ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں دو میں کا ایک فرمایا ہے اس طرح صدیق اکبر آپکے دوسرے ہوئے ہیں۔ یہ تقربِ نبوی کا جلوہ ہے۔ یہ رفاقت اور اثنینیت محض اتفاقی نہ تھی۔ نتیجہ تھی اس فدائیت اور سرگرمی خدمت کا جس کی سعادت روزِ ازل سے حضرت صدیق کے مقدر میں تھی۔ یارِ غار نے یہ معیت جان۔ مال۔ اہل۔ عیال۔ ریاست و آسایش۔ غرض جو کچھ اُن کی بساط میں تھا سب کچھ آپ پر سے قربان کر کے حاصل کی تھی۔

ان الله اشترىٰ من المومنين انفسهم بان لهم الجنة۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جنت دے کر جانیں خرید لی ہیں۔ اہلِ تقرب کی جنت رضائے دوست ہے۔

شعر

بمزدِ یادِ خو۔ باغِ بہشتم وعدہ فرمودی
مگر۔ باغِ بہشتی۔ بہتر از یادِ تو می باشد

تم حالاتِ صدیق اکبر میں پڑھ چکے ہو کہ وہ بعثت سے ایک سال پہلے سے آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے اور دوسرے ہوئے۔ ارشاد ہے (ابتدائے اسلام میں) "میں نے کہا کہ میں سارے انسانوں کی جانب خدا کا رسول ہوں۔ تم نے کہا جھوٹ ہے۔ ابو بکر نے کہا سچ ہے۔

آنحضرت آغازِ اسلام میں حرم محترم میں خانہ کعبہ کے قریب مشغولِ عبادت ہیں۔ کفار حملہ آور ہوتے ہیں اور گلوئے مبارک میں چادر ڈالکر گھونٹتے ہیں۔ کسی نے صدیق اکبر سے جا کہا۔ "ادرك صاحبك" اپنے

دوست کی خبر لو - یہ سنکر بیتابانہ آئے اور کفار کے نرغے میں گھس گئے - اور یہ کہکر حملہ کیا :-

"ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبیّنات من ربکم" تم پر افسوس ہے. کیا تم ایک شخص کو اس کہنے پر قتل کرتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے. اور حال یہ ہے کہ وہ تمھارے پاس خدا کی جانب سے روشن دلیلیں لیکر آیا ہے -

کافروں نے جو سلوک اُن کے ساتھ کیا وہ تم پڑھ چکے ہو-

جب ہجرت کا حکم آیا اور مدینہ کا ستارا چمکا یارِ غار سب کو چھوڑ کر ہمرکاب تھے- غرض وہ کونسا معرکہ اور موقع تھا جہاں صدیق اکبر پروانہ وار شمع رسالت پر (بابی وامی) پرنثار نہ تھے- اس جاں نثاری وجاں بازی نے قلبِ اقدس میں وہ جگہ پائی تھی کہ ہر موقع پر ارشاد ہوتا تھا "انا وابوبکر وعمر" (میں اور ابوبکر اور عمر)

ایک موقع پر جب نطق حیواں کا ایک واقعہ آپنے بیان فرمایا تو سامعین نے تعجب کیا ارشاد ہوا "میرا اور ابوبکر وعمر کا اسپر ایمان ہے- حالانکہ یہ دونوں جلیل القدر صحابی اُسوقت حاضر نہ تھے- غزوۂ بدر میں نشستگاہ نبوی کی پاسبانی حضرت صدیق کی سپرد ہوئی - یہ ایسا معرکہ خیز وقت تھا کہ اسکے لحاظ سے حضرت شیر خدائے حضرت ابوبکر کو "اشجع الناس" (سب آدمیوں سے زیادہ بہادر) فرمایا ہے حیات نبوی میں احکام دین بتانمیں ثانی ہوئے- حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کے زمانہ میں سوائے صدیق اکبر کے کسی نے فتویٰ نہیں دیا- ناسازیٔ مزاج مبارک میں امامت نماز میں ثانی ہوئے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ رسول اللہ کی حیثیت سے ترقی دین کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی - اُسوقت جس عزم اور قوتِ ایمانی کا ظہور ہوا وہ صدیق اکبر کا حصہ تھا- اُس کا حال حالات وواقعات آپکو سنا چکے- مفارقت محبوب کا صدمہ جان لیکر گیا- امام سیوطی کا قول تم نے پڑھا کہ "اُن کا اصل مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت تھی" جب تک زندہ رہے اس صدمے سے گھلتے رہے - حیاتِ ظاہری ختم ہوئی تو پہلوئے مبارک میں جگہ ملی- اور دوسرے ہوئے-

ارشاد نبوی ہے کہ قیامت کے روز سب سے اول میری قبر کشادہ ہوگی پھر ابوبکر کی پھر عمر کی- میری

اُمت میں سب سے اول آبو بکر داخل جنت ہونگے۔ دعا فرمائی کہ الٰہی آبو بکر کو جنت میں میرے درجہ میں جگہ دینا۔ اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں کہ سلوک رفاقت کن مقاماتِ عالیہ تک پہنچا ہے۔ صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیق کو ضمنیت کبریٰ کا مرتبہ حاصل تھا اور انکی نسبت ابراہیمی تھی۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم کا لقب اوّاہ (دردمند) ہے۔ صحابہ کرام حضرت صدیق کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔

(۳) ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما ○ — وہی ہو جو رحمت بھیجتا ہے تمپر اور اسکے فرشتے تاکہ نکالے تم کو تاریکیوں سے روشنی میں اور ہے ایمان والوں پر مہرباں۔

(سورۂ احزاب۔ رکوع ۵)

جب آیت۔ اِنَّ اللہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نازل ہوئی تو حضرت آبو بکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ جو فضل و کرم آپ پر فرماتا ہے اُسمیں ہم نیازمندوں کو بھی شریک فرماتا ہو۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۴) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا ط — اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے

(سورۃ الاحقاب رکوع ۲)

(۵) وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ج — اور اُن سے مشورہ لو ہر کام میں

(سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۷)

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے ہیں جبریل اور میکائیل اور دو اہل زمین میں سے ہیں ابو بکر اور عمر۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہو۔ ابو بکر اور عمر میرے سمع و بصر ہیں۔

(۶) وان تظٰھرا علیہ فان اللہ مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیرًا۔ — اگر تم دونوں چڑھائی کرو ان پر (رسول پر) تو اللہ اُن کا کارساز ہے اور جبریل اور صالح اہل ایمان اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

(التحریم۔ رکوع ۱۱)

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہو کہ مفسرین کے سوادِ اعظم کا قول ہو کہ یہ آیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی۔ صالح مومنین سے وہی مراد ہیں۔

(۷) ولمن خاف مقام ربہ جنتان — اور جو شخص خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونیسے ڈرے اُسکے لئے دو جنتیں ہیں۔

آیاتِ بالا کے سوا جسقدر آیتوں میں صحابۂ کرام - سابقون اولون - مہاجرین - مجاہدین اور مومنین وغیرہ کے اوصاف و فضائل ہیں اُنمیں حضرت ابوبکر بطریق اولیٰ شریک ہیں - اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ بکثرت آیاتِ قرآنی سے فضائل صدیقی ثابت ہیں -

احادیثِ نبوی - خاص حضرت ابوبکر کے فضائل میں ایک سو اکیاسی (۱۸۱) حدیثیں دی ہیں اٹھاسی (۸۸) حدیثیں ایسی ہیں جنمیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت کا بیان ہے - سترہ (۱۷) حدیثیں ایسی ہیں جنمیں مجموعی طور پر خلفائے ثلثہ کے فضائل ہیں - چودہ (۱۴) حدیثوں میں خلفائے اربعہ کے ساتھ اور صحابہ کرام بھی شریک فضائل ہیں - رضی اللہ عنہم اجمعین - اس طرح (۱۸۱ × ۸۸ × ۱۷ × ۱۴ × ۱۶ = ۳۱۶) تین سو سولہ حدیثیں حضرت ابوبکر کے فضائل میں روایت کی گئی ہیں - یہ تعداد تو اُن حدیثوں کی ہے جو مخصوص نام کے ساتھ ہیں - جن ہزاروں حدیثوں میں مہاجرین، مومنین، وغیرہ اہل ایمان و صلاح کے فضائل مذکور ہیں وہ بھی حضرت صدیق اکبر کی شان میں صادق آتی ہیں - چند حدیثیں بطور نمونہ اور تبرک کے یہاں نقل کی جاتی ہیں -

(۱) ما دعوت احداً الی الاسلام الا کانت له عنه کبوة وتردد ونظرا الا ابا بکر ما عتم عنه حین ذکرته وما تردد فیه (ابن اسحٰق)	میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی - مگر اُس میں اُس کی طرف سے ایک گونہ کراہت، تردد، اور فکر پائی - لیکن ابوبکر سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا تو اُنھوں نے بلا توقف و تردد اس کو قبول کر لیا -
(۲) هل انتم تارکون لی صاحبی انی قلت ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت - (بخاری)	کیا تم میرے دوست کا ستانا میری خاطر سے چھوڑ دوگے - میں نے کہا کہ اے لوگو میں تم سب کے پاس اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں - تم نے کہا جھوٹ - ابوبکر نے کہا سچ ہے -

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا - حضرت ابوبکر فوراً نادم ہوئے اور معافی چاہی - فاروق اعظم نے معاف کرنے سے انکار کیا - حضرت ابوبکر نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا - آپ نے فرمایا - یا ابا بکر یغفر اللہ لک - یا ابا بکر یغفر اللہ لک - اے ابوبکر تمہاری خطا اللہ بخشے اے ابوبکر تمہاری خطا اللہ بخشے - اس عرصے میں حضرت عمر کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور حضرت ابوبکر کے مکان پر پہونچے - وہاں نہ ملے تو کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوئے - آپنے اُنکو دیکھا تو چہرۂ مبارک غصے سے متغیر

ہو گیا حضرت ابو بکرؓ یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے۔ اور گھٹنوں کے بل گر کر دو بار عرض کی۔ انا کنت اظلم منه (زیادتی میری جانب سے ہوئی) اُسوقت حدیث بالا ارشاد فرمائی گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اسکے بعد پھر کسی نے حضرت ابو بکرؓ کو کبھی ایذا نہیں پہونچائی۔

(۳) ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی (ابو نعیم۔ عبد الرحمن بن حمید وغیرہما)

سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہوا جو ابو بکرؓ سے زیادہ بزرگ ہو۔

(۴) ابو بکر خیر الناس الا ان یکون نبی۔ (طبرانی)

سوائے نبیوں کے ابو بکرؓ سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔

(۵) ان الله یکرہ فوق السماء ان یخطأ ابو بکر (طبرانی۔ ابو نعیم وغیرہما)

اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابو بکرؓ خطا کریں

(۶) عن عمرو بن العاص قال قلت یا رسول الله من احب الناس الیك قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال عمر بن الخطاب ؓ (بخاری ۔ مسلم)

عمرو بن العاصؓ نے کہا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپکے نزدیک سب آدمیوں میں زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہؓ۔ میں نے کہا مردوں میں فرمایا ابو بکرؓ پھر عرض کی اُن کے بعد فرمایا عمر بن الخطابؓ۔

اِس حدیث کو حضرت انسؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۷) عن علی بن ابی طالب کنت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ طلع ابو بکر و عمر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابی بکر و عمر هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والاٰخرین الا النبیین والمرسلین۔ لا تخبرهما۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نمایاں ہوئے۔ آپنے اُن کی نسبت فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء اور مرسلین کے سوا سارے اگلے پچھلے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں۔ اِن کو خبر نہ کرنا۔

حضرت شیرِ خداؓ سے اِس حدیث کے راوی حضرت امام زین العابدین ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ یہ حدیث حضرات ابن عباسؓ۔ ابن عمرؓ۔ ابو سعید خدریؓ اور جابر بن عبد اللہؓ نے بھی روایت کی ہے۔

(۸) ارحم امتی بامتی ابو بکر (ترمذی۔ امام احمد)

میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابو بکرؓ ہیں۔

(۹) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من نبی الا وله وزیران من اهل السماء و وزیران من اهل الارض۔ فاما وزیرای من اهل السماء فجبریل ومیکائیل۔ واما وزیرای من اهل الارض فابو بکر و عمر۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبریلؑ اور میکائیلؑ ہیں اور اہل زمین سے ابو بکرؓ اور عمرؓ۔

(۱۰) ابوبکر فی الجنۃ (اصحاب سنن وغیرہ)

ابو بکر جنتی ہیں۔

(۱۱) ان اھل الدرجات العُلٰی لیراھم من تحتھم کما ترون النجم الطالع فی افق السماء وان ابا بکر و عمر منھم (ترمذی۔ طبرانی)

بلند مرتبہ (جنتیوں) کو نیچے درجے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم کنارۂ آسمان پر روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔ ابو بکر اور عمر انہی میں ہیں۔

(۱۲) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علٰی اصحابہ من المھاجرین والانصار وھم جلوس فیھم ابو بکر و عمر فلا یرفع الیہ احد منھم بصرہ الا ابو بکر و عمر فانھما کان ینظران الیہ وینظر الیھما ویتبسمان الیہ ویتبسم الیھما۔ (ترمذی)

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام مہاجرین اور انصار کے مجمع میں تشریف لاتے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ہوتے تھے۔ اہل جلسہ میں سے کوئی صاحب آپ کی جانب نگاہ نہیں اٹھاتے تھے سوائے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے یہ دونوں صاحب آپ کی جانب دیکھتے تھے آپ اُن کی طرف اور یہ دونوں صاحب آپکی جانب دیکھکر مسکراتے تھے آپ اُن کی طرف دیکھکر تبسم فرماتے تھے۔

(۱۳) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابو بکر و عمر احدھما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وھو آخذ بایدیھما وقال ھٰکذا نبعث یوم القیامۃ۔ (ترمذی۔ حاکم۔ طبرانی)

ایک روز حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے مسجد میں اِس شان سے تشریف لائے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ آپ کے دائیں بائیں تھے۔ اور آپ انکے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا ہم اسی طرح قیامت کے دن اُٹھیں گے۔ (دیکھو اسی کا انتظام کہ دونوں صحابی روضۂ اقدس میں پہلوئے مبارک میں دفن ہیں)

(۱۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انا اول من تنشق الارض عنہ ثم ابو بکر ثم عمر۔ (ترمذی۔ حاکم)

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (قیامت کے دن) سب سے اول میرے اوپر سے زمین کشادہ ہوگی۔ پھر ابو بکر کے پھر عمر کے۔

(۱۵) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای ابا بکر و عمر فقال ھٰذان السمع والبصر (ترمذی۔ حاکم۔ طبرانی)

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھکر فرمایا کہ یہ دونوں سمع و بصر ہیں۔

(۱۶) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت صاحبی علی الحوض وانت صاحبی فی الغار (ترمذی)

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابو بکر سے) فرمایا کہ تم میرے رفیق حوض (کوثر) پر ہو اور میرے رفیق غار ہیں۔

(۱۷) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابا بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن شخصوں کا میرے اوپر صحبت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ہے اُن میں ابو بکرؓ ہیں اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دلی دوست) بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن اخوۃ اسلام ہے۔

یہ حدیث تیرہ صحابیوں نے روایت کی ہے اور امام سیوطی نے اُسکو متواتر حدیثوں میں داخل کیا ہے۔

(۱۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لاحد عندنا ید الا وقد کافاناہ الا ابا بکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ اللہ بہا یوم القیامۃ وما نفعنی مال لاحد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی)

حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دیا ہو۔ مگر ابوبکرؓ کہ اُن کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اُس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیگا۔ اور کبھی کسی مال نے وہ نفع مجکو نہیں دیا جو ابوبکرؓ کے مال نے دیا۔

حضرت ابوبکرؓ اس ارشاد مبارک کو سنکر روئے اور کہا یا رسول اللہ کیا میرا مال آپکا مال نہیں ہے۔

(۱۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسان بن ثابت ھل قلت فی ابی بکر شیئا قال نعم فقال قل وانا اسمع فقال

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک روز) حضرت حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ تم نے ابوبکرؓ کی شان میں کچھ کہا ہے۔ جواب دیا کہا ہے فرمایا مجکو پڑھکر سناؤ۔ انھوں نے یہ شعر پڑھے۔

اشعار

(۱) وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا

اور بلند غار میں وہ دو میں کے ایک تھے۔ جب دشمن پہاڑ پر چڑھکر گرد گھوم رہے تھے۔

(۲) وکان حب رسول اللہ قد علموا من البریۃ لم یعدل بہ احدا

وہ رسول اللہ کے محبوب ہیں اور لوگوں کو تحقیق کے ساتھ اس کا علم ہے کہ ساری مخلوق میں آپکے نزدیک اُن کی برابر کوئی نہیں ہے۔

فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال صدقت یا حسان ھو کما قلت۔ (ابو سعید۔ حاکم)

یہ سُنکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں ہوگئے اور فرمایا اے حسان تم نے سچ کہا وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا۔

(۲۰) عن ابی الاروی الدوسی کنت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر وعمر فقال الحمد للہ الذی ایدنی بکما (بزاز۔ حاکم)

حضرت ابی اروی سے روایت ہے کہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے۔ اُن کو دیکھکر آپنے فرمایا اُس خدا کا شکر ہے جسنے تم دونوں کے ذریعہ سے میری تائید کی۔

(۲۱) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر صاحبی فی الغار ومونسی فی الغار سدوا کل خوخۃ فی المسجد غیر خوخۃ ابی بکر۔ (عبد اللہ ابن احمد)

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ غار میں میرے رفیق تھے اور غار میں میرے مونس تھے۔ مسجد میں جسقدر کھڑکیاں ہیں سب بند کردو۔ مگر ابوبکرؓ کی کھڑکی۔

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تھی تو اسکے گرد مکانات تعمیر ہوئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے مکانوں کی کھڑکیاں مسجد کی جانب تھیں رحلت کے قریب ارشاد ہوا کہ سب کھڑکیاں بند کردی جائیں، ابوبکرؓ کی

گھر کی مستثنےٰ رہے۔ (جزو ثانی اس حدیث کا مسلم و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے)

(۲۲) اللھم اجعل ابابکر فی درجتی فی الجنۃ یوم القیامۃ (حاکم)
ارشاد مبارک ہے۔ الٰہی ابو بکرؓ کو قیامت کے دن جنت میں میرے ہی درجہ میں جگہ دینا۔

(۲۳) یا ابا بکر انت عتیق اللہ من النار۔ (حاکم۔ ابن عساکر)
ارشاد مبارک ہے۔ اے ابو بکرؓ تم کو اللہ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔

(۲۴) یا ابا بکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر قال وما رضوانہ الاکبر قال ان اللہ یتجلیٰ للخلق عامۃ ویتجلیٰ لک خاصۃ۔ (حاکم)
ارشاد مبارک ہوا اے ابو بکرؓ بارگاہ الٰہی سے تم کو سب سے بڑی خوشنودی عطا ہوئی۔ دریافت کیا سب سے بڑی خوشنودی کیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمام مخلوق کیلئے تجلی عام فرمائیگا اور تمہارے لئے تجلی خاص۔

(۲۵) ابی اللہ والمومنون ان یختلف علیک یا ابا بکر۔ (امام احمد۔ ابو نعیم)
اے ابو بکرؓ اللہ تعالیٰ اور مومنین کو اس سے سخت انکار ہے کہ تمہارے متعلق اختلاف ہو۔

(۲۶) ان لم تجدینی فاتی ابا بکر۔ (تاریخ بخاری)
اگر تو مجھکو نہ پاوے تو ابو بکرؓ کے پاس آنا۔

ایک صحابی بی بی نے مدینہ میں آکر مسئلہ دریافت کیا جب رخصت ہونے لگیں تو عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اگر آئندہ میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو مسئلہ کس سے دریافت کروں۔ اُن کے جواب میں آپؐ نے ارشاد بالا صادر فرمایا۔

(۲۷) مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)
ابو بکرؓ کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔

جب مرض وفات میں آپ مسجد میں تشریف لیجاکر امامت نہ فرما سکے تو ارشاد بالا صادر ہوا۔

(۲۸) نعم وارجوان تکون منھم۔ (امام احمد۔ بخاری۔ مسلم)
ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اُن میں سے ہوگے۔

ایکبار حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے دروازوں اور اُن میں ہو کر داخل ہونے والوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کوئی ایسا بھی ہوگا جو سب دروازوں سے داخل ہو۔ اُسکے جواب میں حدیث مذکورہ بالا ارشاد ہوئی۔

(۲۹) ما اوحی الیّ شیٔ الا صببتہ فی صدر ابی بکر۔ (ریاض)
جو وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میں نے اُس کو ابو بکرؓ کے سینہ میں نچوڑ دیا۔

صوفیائے کرام نے اس حدیث کو بہ کثرت روایت فرمایا ہے۔

(۳۰) ما فضلکم ابو بکر بفضل صوم ولا صلوٰۃ ولکن بشیٔ وقر بصدرہ۔ (ریاض)
ابو بکرؓ کو تم پر نماز روزے کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ایک باوقار چیز کی وجہ سے ہے جو اُن کے سینہ میں ہے۔

اقوال صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین

(۱) قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه لابی بکر یاخیر الناس بعد رسول الله (ترمذی)

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اے سب آدمیوں سے بہتر رسول اللہؐ کے بعد۔

(۲) قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه ابوبکر سیدنا۔ (بخاری)

فاروق اعظم کا یہ بھی قول ہے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں۔

(۳) قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه لووزن ایمان ابی بکر بایمان اهل الارض لرجح بهم۔ (بیہقی)

حضرت عمرؓ کا یہ بھی قول ہے کہ اگر ابوبکرؓ کا ایمان سارے زمین کے اہل ایمان سے تولا جائے تو اُس کا پلہ بھاری رہے گا۔

(۱) قال علی بن ابی طالب رضی الله عنه خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر۔ (امام احمدؒ وغیرہ)

حضرت علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس اُمت میں اُس کے نبی کے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ سب سے بہتر ہیں۔

امام سیوطی کا قول ہے کہ امام ذہبی نے اس حدیث کو متواتر لکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا قول ہے کہ اسّی (۸۰) بزرگوں نے اس حدیث کو حضرت شیر خدا سے روایت کیا ہے۔

(۲) قال علی رضی الله عنه والذی نفسی بیده ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا ابوبکر (طبرانی اوسط)

حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہم کسی نیکی کی طرف نہیں جھپٹے۔ مگر یہ کہ ابوبکرؓ اُسمیں ہم سے سبقت لے گئے۔

حضرت عمرؓ سے بھی یہی قول مروی ہے۔

(۳) قال علی رضی الله عنه خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر و عمر لا یجتمع حبی و بغض ابی بکر و عمر فی قلب مومن۔ (طبرانی)

حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔ میری محبت اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بغض کسی مومن کے دلمیں جمع نہیں ہو سکتا۔

(۴) قال علی رضی الله عنه فهو اشجع الناس (البزاز)

لہذا وہ سب سے زیادہ شجاع ہیں۔

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ ایک بار حضرت علیؓ نے اپنے ہمنشینوں سے دریافت کیا کہ :- "بتاؤ سب میں زیادہ کون بہادر ہے؟" سب نے کہا "آپ" فرمایا "میں تو جس سے لڑا میں نے

اُس سے حق کا بدلہ لیا۔ سب سے زیادہ شجاع آدمی کا نام لو۔" عرض کی "ہم کو نہیں معلوم" فرمایا "ابو بکر۔ غزوۂ بدر کے معرکے میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سایہ دار نشستگاہ بنادی تھی اُسکے بعد پوچھا گیا کہ کون شخص یہاں پاسبانی پر رہیگا جو کفار کو آپکے پاس نہ آنے دے۔ یہ سُنکر واللہ کوئی شخص آپکے قریب نہ آیا۔ مگر ابو بکر۔ وہ تلوار کھینچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو گئے۔ جب کوئی مشرک آپکے قریب آتا تو وہ شمشیر بکف اُسپر حملہ کرتے۔ لہذا وہ سب سے زیادہ شجاع ہیں۔

(۵) عن ابی یحییٰ قال لا احصی کم سمعت علیا یقول علی المنبر ان اللہ عزوجل سمّی ابابکر علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیقا۔

(دار قطنی فی الافراد (اصابہ)

ابو یحییٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ حضرت علیؓ کو منبر پر کہتے ہوے سنا کہ "اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ابو بکر کا نام صدیق رکھا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حضرت ابو بکر کی وفات کی خبر سنی تو انّا للہ وانّا الیہ راجعون پڑھکر اُن کے مکان پر یہ فرماتے ہوئے تشریف لائے۔

(۶) الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ

آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔

جس مکان میں حضرت ابو بکر کی لاش تھی اُس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ذیل کا بلیغ خطبہ دیا جو فی الحقیقت صدیق اکبر کے اوصاف باطنی اور ظاہری اور اُن کے مراتب و فضائل کا پورا تبصرہ ہے۔ اِس خطبہ سے اندازہ ہوگا کہ حضرت شیر خدا کے دِل میں حضرت ابو بکر کی عظمت اور محبت کس قدر تھی۔

خطبہ

یرحمک اللہ یا ابا بکر۔ کنت الف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانسہ ومستراحہ وثقتہ وموضع سرہ ومشاورتہ کنت اول القوم اسلاما واخلصہم ایمانا واشدہم یقینا واخوفہم للہ واعظمہم عناءً فی دین اللہ واحوطہم علٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحدبہم علی الاسلام وایمنہم علٰی اصحابہ واحسنہم صحبۃ واکثرہم مناقب وافضلہم سوابق وارفعہم درجۃ واقربہم وسیلۃ واشبہہم برسول اللہ

اے ابو بکر تم پر خدا کی رحمت۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب۔ مونس، سرور، معتمد، راز دار اور مُشیر تھے۔ تم مسلمانوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ تمہارا ایمان سب سے زیادہ خالص اور تمہارا یقین سب سے استوار تھا۔ تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور سب سے بڑھکر دین کو نفع رساں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضرباش اسلام پر سب سے زیادہ شفیق۔ اصحاب رسول اللہ کیلئے سب سے زیادہ بابرکت۔ رفاقت میں سب سے بہتر۔ سب سے زیادہ صاحب مناقب۔ فضائل کی دوڑ میں سب سے آگے۔ درجہ میں سب سے

صلی اللہ علیہ وسلم هدیاً وسمتاً ورافة وفضلاً
واشرفهم منزلة واكرمهم عليه واوثقهم عنده
فجزاك الله عن الاسلام وعن رسوله خيرا كنت
عنده بمنزلة السمع والبصر صدقت رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم حين كذب به الناس فسماك
الله عز وجل فی تنزيله صديقا فقال والذی جاء
بالصدق وصدق به الذی جاء بالصدق
محمد وصدق به ابوبكر واسيته حين بخلوا
وقمت به عند المكاره حين عنه قعدوا وصحبته
فی الشدة اكرم الصحبة ثانی اثنين وصاحبه فی الغار
والمنزل عليه السكينة ورفيقه فی الهجرة وخليفته
فی دين الله وامته احسن الخلافة حين ارتد الناس
وقمت بالامر مالم يقم به خليفة نبی فنهضت
حين وهن اصحابك وبرزت حين استكانوا و
قويت حين ضعفوا لزمت منهاج رسول الله صلی اللہ
عليه وسلم اذ هو اكنت خليفة حقا لم تنازع ولم
تضارع برغم المنافقين وكبت الكافرين وكره
الحاسدين وغيظ الباغين وقمت بالامر حين
فشلوا وثبت اذ تتعتعوا ومضيت بنور الله اذ
وقفوا فاتبعوك فهدوا وكنت احفضهم صوتا
واعلاهم فوقا واقلهم كلاما واصوبهم منطقا
واطولهم صمتا وابلغهم قولا واشجعهم نفسا
واعرفهم بالامور واشرفهم عملا كنت والله للدين
يعسوبا اولا حين نفر عنه الناس واخرا حين
اقبلوا كنت للمومنين ابا رحيما حتی صاروا عليك

بلند۔ سب سے قریب سیدھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ
سیرۃ میں ہیئت میں مہربانی میں اور فضل میں قدر و منزلت میں سب سے بلند
اور آپکے نزدیک سب سے بڑھکر معتمد اللہ تعالی تمکو اسلام کیجانب سے جزائے خیر دے
اور اپنے رسول کیجانب سے۔ تم آپکے نزدیک بمنزلہ سمع و بصر تھے۔ تم نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوقت سچا جانا جب سب نے آپکو جھوٹا
کہا۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنی وحی میں تمہارا نام صدیق رکھا
چنانچہ فرمایا۔ اور وہ جو سچ کو لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی
لانے والے محمد اور تصدیق کرنیوالے ابوبکرؓ۔ تم نے آپکے ساتھ اسوقت
غمخواری کی جب اوروں نے تنگدلی کی۔ جب لوگ مصائب کیوقت
مدد سے بیٹھ رہے تھے تم آپکی مدد پر قائم رہے سختی میں تم نے آپ کی
بہترین رفاقت کی تم دو میں کے ایک تھے اور غار میں رفیق اور وہ شخص جس
پر اللہ تعالی نے سکینۃ (تسکین قلب) نازل فرمائی۔ اور آپکے ساتھی ہجرت میں
تھے اور آپکے خلیفہ دین الٰہی ہیں اور امت میں جب لوگ مرتد ہوئے تو تم نے
بہترین خلافت کی اور امر الٰہی کی تم نے وہ حفاظت کی جو کسی نبی کے
خلیفہ نے نہیں کی تھی جب تمہارے ساتھی سستی کرنے لگے تو تم اٹھ کھڑے
ہوئے اور جب وہ دب گئے تو تم دلیر ہو گئے۔ اور جب وہ کمزور ہو گئے تو تم
قوی رہے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے اسوقت چپٹے رہے
جب لوگ مضطرب ہو گئے۔ اگرچہ اس سے منافقین کو غصہ کفار کو رنج حاسدوں
کو کراہت اور باغیوں کو غیظ و غضب تھا۔ تاہم تم بلا نزاع و تفرقہ خلیفہ
برحق تھے۔ تم دین الٰہی پر قائم رہے اور جب وہ رک گئے تو تم نور الٰہی کی روشنی
میں چلتے رہے۔ پھر انھوں نے (بھی) تمہاری پیروی کی اور منزل پر پہنچ گئے۔ تمہاری
آواز سب سے پست تمہارا تفوق سب سے اعلیٰ تمہارا کلام سب سے زیادہ باوقار
تمہاری گفتگو سب سے زیادہ باصواب تمہاری خاموشی سب سے زیادہ طویل
تمہارا قول سب سے زیادہ بلیغ تھا۔ تمہاری ذات سب سے زیادہ شجاع اور
معاملات سے زیادہ واقف اور عمل میں سب سے زیادہ بزرگ تھی واللہ
تم اہل دین کے سردار تھے جب لوگ دین سے ہٹے تو تم آگے بڑھے اور جب وہ دین پر

عیالاً فحملت اثقال ما ضعفوا ورعیت ما اہملوا و
حفظت ما اضاعوا وعلمت ما جہلوا وشمرت اذ
خضعوا وصبرت اذ جزعوا فادرکت اوتار ما
طلبوا وراجعوا برشدھم برایک فظفروا ونالوا بک
مالم یحتسبوا کنت علی الکافرین عذاباً صباً و
لھباً وللمومنین رحمۃ وانساً وحصناً فطرت واللّٰہ
بغضائہا وفزت بحبائہا وذہبت بفضائلہا
وادرکت سوابقہا لم تفلل حجتک ولم تضعف
بصیرتک ولم تجبن نفسک ولم یزغ قلبک
ولم یجبہ کنت کالجبل الذی لا تحرکہ القواصف
ولا تزیلہ العواصف وکنت کما قال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم امن الناس علینا فی
صحبتک وذات یدک وکنت کما قال ضعیفاً
فی بدنک قویاً فی امر اللّٰہ متواضعاً فی نفسک عظیماً
عند اللّٰہ جلیلاً فی اعین الناس کبیراً فی انفسہم
لم یکن لاحد فیک مغمز ولا لقائل فیک مہمز و
لا لاحد فیک مطمع ولا لمخلوق عندک ہوادۃ
الضعیف الذلیل عندک قوی عزیز حتی تاخذ
بحقہ والقوی عندک ضعیف ذلیل حتی تاخذ
منہ الحق القریب والبعید عندک فی ذالک سواءٌ
اقرب الناس الیک اطوعہم للّٰہ واتقاہم لہ شانک
الحق والصدق والرفق قولک حکم حتم وامرک حلم حزم
ورایک علم وعزم فاقلعت وقد نہج السبیل
وسہل العسیر واطفیت النیران واعتدل بک
الدین وقوی بک الایمان وثبت الاسلام و
المسلمون وظہر امر اللّٰہ ولو کرہ الکافرون فسبقت
واللّٰہ سبقاً بعیداً واتعبت من بعدک اتعاباً

جھکے تو تم اُنکے پیچھے پیچھے تھے - تم اہل ایمان کے مہربان باپ تھے -
اس مہربدری سے وہ تمہاری اولاد بنگئے - جن بھاری بوجھوں
کو وہ نہ اُٹھا سکے اُن کو تم نے اُٹھایا جو اُن سے فروگذاشت
ہوئی اُسکی تم نے نگہداشت کی - جو چیز اُنھوں کے کھودی اُسکی
تم نے حفاظت کی - جو اُنھوں نے نہ جانا وہ تم نے سکھایا - تم نے
جانبازی کی جب وہ عاجز ہوگئے تم ثابت قدم رہے - جب وہ گھبرا گئے تم نے
دادخواہوں کی دادرسی کی - وہ اپنی راہنمائی کے لئے تمہاری رائے
کی جانب رجوع ہوئے اور کامیاب ہوئے - تمہارے ذریعہ سے اُن کو وہ ملا
جس کا اُن کو گمان نہ تھا - تم کافروں کے لئے بارش عذاب اور آتش سوزاں
تھے اور مومنوں کیلئے اُنس - رحمت و پناہ - تم نے وصاف کی فضا
میں پرواز کی - اُس کا خلعت پا لیا - اُن کے محاسن لے لئے اور
فضائل کی بازی جیت لی - تمہاری دلیل کو شکست نہیں ہوئی
تمہاری بصیرت کمزور نہیں ہوئی - اور تم نے بزدلی نہیں کی - تمہارا
دل نہ کج ہوا اور نہ پھرا - تم اُس پہاڑ کی مثل تھے جس کو تند آندھیاں ہلا
سکتے ہیں اور نہ ہوا کے طوفان ہٹا سکتے ہیں - تم بقول آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم رفاقت اور مال میں زیادہ منت افزا تھے اور بقول آپکے
بدن کے ضعیف تھے حکم الٰہی میں قوی - خود اپنے ذہن میں ناچیز اللہ
تعالیٰ کے نزدیک گرامی قدر - انسانوں کی نگاہوں میں با اجلال
اور دلوں میں باوقعت تھے - تمہاری نسبت کسی کو آنکھ مارنے
کی مجال نہ تھی اور نہ کوئی طعن کا موقع پا سکتا تھا - کسی کے لئے
تم محل طمع نہ تھے اور نہ مخلوق میں کسیکی رعایت بیجا کر سکتے تھے
عاجز اور ذلیل تمہارے نزدیک قوی اور معزز تھا کہ تم اُس کا حق
لے کر ہاتے تھے - اور زبردست تمہارے سامنے کمزور اور ناچیز
تھا کہ تم اُس سے حق لیکر رہتے تھے - اس معاملہ میں قریب و بعید
سب تمہاری نظر میں برابر تھے - تمہارا سب سے زیادہ مقرب وہ تھا
جو خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار اور سب سے زیادہ پرہیزگار تھا
تمہاری شان حق راستی - اور نرمی تھی - تمہارا قول حکم اور امر قطعی
تھا - تمہارے حکم میں حلم تھا اور حزم - رائے میں دانائی تھی اور
عزم تھا - اِن اوصاف اور فضائل کی قوت سے تم نے باطل کو

شديدًا او فزت بخير فوزًا مبينا فجللت عن البكاء وعظمت رضيتك في السماء وبدت مصيبتك في الانام فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. ورضينا عن الله قضاءه وسلمنا له امره فوالله لن يصاب المسلمون بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثلك ابدا اكنت للدين عزا وحرزا وكهفا وللمومنين فئة وحصنا وغيثا وعلى المنافقين غلظة وغيظا فالحقك الله بنبيك صلى الله عليه وسلم ولا حرمنا اجرك ولا اضلنا بعدك فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اکھیڑ کر پھینک دیا اس کے بعد راستہ صاف تھا۔ مشکل آسان تھی اور (فتنہ وفساد کی) آگ سرد۔ دین تمہاری مدد سے اعتدال پر آگیا ایمان تمہاری وجہ سے قوی ہوگیا۔ اور اسلام اور مسلمان مضبوط ہوگئے اور فرمان الٰہی غالب آگیا۔ اگرچہ کفار کو یہ سخت ناگوار تھا۔ اس حسن خدمت میں واللہ تم بہت آگے نکل گئے اور اپنے جانشین کو سخت دشواری میں ڈالدیا۔ اور علانیہ خیر کے مراتب پالئے تمہاری شان آہ وبکا سے ارفع ہے اور تمہارا ماتم آسمان پر عظیم ہے اور تمہاری مصیبت نے لوگوں کی کمر توڑدی تمہاری مصیبت پر ہم انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ قضائے الٰہی پر رضا مند ہیں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمہاری وفات سے بڑھکر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑیگی۔ تم دین کی عزت۔ حفاظت اور پناہ تھے۔ مسلمانوں کی جمعیت۔ قلعہ اور رجائے پناہ اور منافقین کے حق میں سختی اور غصہ۔ اسکی جزا میں اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملادے اور ہمکو تمہارے اجر سے محروم اور تمہارے بعد گمراہ نہ فرمائے۔ ہم پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جبتک حضرت علی خطبہ دیتے رہے سب آدمی خاموش رہے۔ جب خطبہ ختم ہوا تو اسقدر روئے کہ آواز بلند ہوگئی اور بالاتفاق کہا کہ اے رسول اللہ کے خویش آپنے سچ فرمایا۔ (الریاض النضرة)

قال عبد الله بن جعفر رضي الله عنهما ولينا ابوبكر فكان خير خليفة الله وارحمه وارضاه علينا (الحاكم)

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار نے فرمایا ہے کہ ابوبکر ہم پر والی ہوئے تو اس شان سے کہ مخلوق الٰہی میں سب سے بہتر تھے اور ہم پر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ ہم سے خوش۔

قال ابو مريم كنت بالكوفة فقام الحسن بن علي خطيبا فقال يايها الناس رايت البارحة في منامي عجبا رأيت الرب تعالى فوق عرشه فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى قام عند قائمة من قوائم العرش فجاء ابوبكر فوضع يده على منكب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم جاء عمر فوضع يده على منكب ابوبكر ثم جاء عثمان فكان بيده راسه

ابو مریم کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں تھا۔ امام حسن بن علی نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ اے لوگو رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا میں نے رب کریم کو عرش پر دیکھا۔ اسی عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عرش کے ایک پایہ کے پاس قیام فرمایا۔ پھر ابوبکر آئے اور دوش مبارک پر ہاتھ رکھکر کھڑے ہوگئے۔ پھر عمر آئے اور ابوبکر کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر کھڑے ہوگئے۔ پھر عثمان آئے۔ ان کے ہاتھ میں ان کا سر تھا۔ عرض کی الٰہی اپنے بندوں سے پوچھ کہ انھوں نے

فقال رب سل عبادك فیم قتلونی فانبعث من السماء میزابان من دم فی الارض قال فقیل لعلی الا تری مایحدث به الحسن قال یحدث بما رأی - (ابوالعلی)

مجھ کو کس قصور میں قتل کیا - اس کہنے پر آسمان سے دو خون کے پرنالے زمین میں بہنے لگے - یہ خطبہ سن کر لوگوں نے حضرت علی سے کہا کہ "آپ دیکھتے ہیں حسن کیا کہتے ہیں" فرمایا "جو دیکھا وہ کہتے ہیں"

قال ابوجعفر مارأیت احداً من اهل بیتی الا وهو یتولیٰهما - (امام محمدؒ)

حضرت امام باقر کا قول ہے کہ میں نے کسی کو اپنے اہل بیت میں سے نہیں دیکھا جو اُن دونوں (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) سے محبت نہیں رکھتا تھا -

عن ابی حفصة قال سألت محمد بن علی وجعفر بن محمد عن ابی بکر وعمر فقال اماما عدل نتولهما ونتبرء من عدوهما ثم التفت الی جعفر بن محمد فقال یا سالم لم یسب الرجل جده ابوبکر الصدیق جدی لا تنال بشفاعة جدی محمد صلی الله علیه وسلم ان لم اکن اتولهما واتبرء من عدوهما - (امام محمدؒ)

ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حنفیہ اور امام جعفر صادق سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی نسبت رائے طلب کی دونوں نے کہا کہ وہ دونوں امام عادل تھے ہم اُن کو دوست رکھتے ہیں اور اُن کے دشمن سے بیزار ہیں - پھر امام جعفر صادق نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا - اے سالم کیا کوئی انسان اپنے جد کو گالی دے سکتا ہے - ابوبکر صدیق میرے جد ہیں مجھکو میرے جد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو - اگر میں اُن دونوں سے محبت نہ رکھتا ہوں - اور اُن کے دشمنوں سے بیزار نہ ہوں -

وعن ابی جعفر من جهل فضل ابی بکر وعمر جهل السنة - (امام محمدؒ)

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سنت کو نہیں جانتا -

وعنه قال بغض ابی بکر وعمر نفاق وبغض الانصار نفاق انه کان بین بنی هاشم وبین بنی عدی وبنی تیم شحناء فی الجاهلیه فلما اسلموا انزع الله ما فی قلوبهم حتے ان ابا بکر اشتکی خاصرته فکان علیؓ یسخن یده بالنار ویکمد بها خاصرة ابی بکر ونزلت فیهم ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقابلین - (امام محمد)

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بغض نفاق ہے اور انصار سے بغض، نفاق ہے - بنی ہاشم - بنی عدی - (قبیلہ حضرت عمرؓ) اور بنی تیم (قبیلہ حضرت ابوبکرؓ) میں زمانہ جاہلیت میں عداوت تھی، جب یہ قبیلے مسلمان ہوگئے تو اُنکے دل میں جو کچھ (عداوت) تھی اللہ تعالیٰ نے نکال لی - اب نوبت یہ پہونچی کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں درد ہوا تو حضرت علیؓ اپنا ہاتھ آگ سے گرم کرکے حضرت ابوبکرؓ کا پہلو سینکتے تھے - اُنھیں بزرگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اُن کے دلوں میں جو کچھ عداوت تھی ہمنے کھینچ لی - بھائی بنکر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے -

جاء رجل الی علی بن الحسین فقال ما کان منزلة ابی بکر وعمر من رسول الله صلی الله

ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوکر استفسار کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم قال کمنزلتھما منہ الساعۃ

(امام احمد)

کی جناب میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا کیا مرتبہ تھا۔ فرمایا وہی مرتبہ تھا جو اسوقت بھی ہے (یعنی روضۂ اقدس میں سب سے قرب حاصل ہے)

قال الزبیر بن العوام انا نری ابابکر احق الناس بھا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعلم شرفہ وکبرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالناس وھو حیٌّ۔

(الحاکم)

حضرت زبیر کا قول ہے کہ ہم سب سے زیادہ خلافت کا مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر کو جانتے ہیں۔ وہ بالتحقیق رفیق غار تھے اور دو میں کے ایک تھے اور ہم کو اُن کا شرف اور ان کی بزرگی خوب اچھی طرح معلوم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات مبارک میں اُن کو امامت کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک یہ بھی فضیلت خاص ہے کہ اُن کی چار نسلیں صحابی تھیں وہ خود اُنکے والد حضرت ابو قحافہ۔ اُن کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عبدالرحمٰن کے بیٹے حضرت ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہم اجمعین (الاستیعاب۔ بہ سند امام بخاری ذکر محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم اجمعین)

بابِ چہارم[۱]

اولیاتِ صدیقی

(۱) مردوں میں سب سے اول اسلام قبول کیا۔

(۲) سب سے اول قرآن شریف کا نام مصحف رکھا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے قرآن شریف کو جمع کیا۔

حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے وہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے کتاب اللہ کو ترتیب مخصوص کے ساتھ جمع کیا جو تمام امت کے نزدیک مقبول ہوا اور جسپر ساری امت کا اتفاق ہے

[۱] اس باب کا ماخذ (باستثنا نمبر ۴، ۱۶، ۱۷ کے) کتاب محاضرۃ الاوائل مؤلفہ شیخ علاؤالدین سکنواری ہے جو امام سیوطی کی کتاب محاضرۃ الاوائل سے ماخوذ ہے۔ نمبر ۴ کا ماخذ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی ۱۲۸۲ھ کا صفحہ ۵۵۳ ہے۔ نمبر ۱۶ کا ماخذ رسالہ مناقب الخلفا مؤلفہ سید نورالحسن خاں مرحوم بھوپالی ہے جو تاریخ الخلفاء سیوطی کا خلاصہ ہے۔

(۴) سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب سے کفّار سے لڑے اسلئے وہ دین الٰہی اور دعوتِ نبوّت کے سب سے پہلے مجاہد ہیں۔

(۵) سب سے پہلے خلیفۂ راشد ہیں۔

(۶) سب سے پہلے وہ خلیفہ ہیں جن کو باپ کی حیات میں خلافت ملی۔

(۷) سب سے پہلے اُنھوں نے خلافت کے لئے ولیعہد مقرر کیا۔

(۸) سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔

(۹) سب سے پہلے صدرِ اسلام میں اجتہاد کیا

(۱۰) صحابہ کرام میں سب سے اول اجتہاد کیا۔

(۱۱) سب سے پہلے اُن کا لقب خلیفہ ہوا۔

(۱۲) اسلام میں سب سے پہلے اُن کا لقب عتیق ہوا۔

(۱۳) اُمت محمدیہ میں سب سے پہلے داخل جنت ہونگے۔

(۱۴) سب سے پہلے اسلام میں مسجد اُنھوں نے بنائی۔

(۱۵) سب سے پہلے یہ مقولہ انھوں نے فرمایا "البلاء موکل بالمنطق"

(۱۶) اسلام میں سب سے اول لقب اُن کو ملا یعنی عتیق۔

خاتمہ

حضرت ابوبکر کی زندگی کے معتبر اور مستند حالات و واقعات آپنے پڑھے۔ اُن کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ ایک قبل اسلام۔ دوسرا بعد اسلام۔

مسلمان ہونیسے پہلے بھی وہ رئیس قریش تھے اور دولتمند تاجر۔ ریاست اور دولت کے ساتھ ساتھ حُسنِ اخلاق، ہمدردی، وسعتِ معلومات، دانشمندی، اور معاملہ فہمی میں صاحب امتیاز تھے۔ ان ہی صفات کے اثر سے قوم میں محبوب اور معتمد تھے۔ گزشتہ واقعات سے واقف تھے۔ حال کے حالات کا

سفر اور تجارت کے ذریعہ سے تجربہ حاصل تھا۔ اُن کی صفات کی شہرت نواحِ مکہ تک محدود نہ تھی۔ بلکہ ابن الدغنہ کا قول ثابت کرتا ہے کہ اُنکی اخلاقی خوبیاں دُور دُور تک مسلّم تھیں۔ شراب کبھی نہیں پی۔ شعر پر پوری قدرت تھی۔ یہ اوصاف اور حالات بتاتے ہیں کہ حضرت ابو بکر زمانہ جاہلیت میں بھی ایک سلیم الطبع، غمخوار، دانشمند اور زندہ دل انسان تھے جس انسان میں یہ صفات ہوں وہ بہترین ہمدم و رفیق ہو سکتا ہے۔

آفتابِ رسالت کے طلوع ہونیسے ایکسال پہلے سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں اُنکی آمد و رفت تھی۔ جس طرح طلوعِ آفتاب سے قبل نور کا ظہور ہو جاتا ہے اسی طرح قربِ وحی کے زمانہ میں انوارِ رسالت کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ خلوت گزینی و عبادت مزاجِ اقدس کو بہت زیادہ مرغوب ہو گئی تھی۔ رویا رِ صادقہ (سچے خواب) نظر آتے تھے۔ غرض بیداری و خواب دونوں حالتوں میں ظہورِ نور تھا۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ کی صحبت بھی بے اثر نہ رہ سکی تھی۔ اس طرح حضرت صدّیق اکبر نزولِ وحی سے پہلے قبولِ اسلام اور رفاقت و خلافت کی قابلیت و استعداد سے مشرف ہو چکے تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ جب اسلام کی صدا کان میں آئی مانوس محسوس ہوئی۔ اُدھر حضرت صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبلیغِ اسلام ہوئی۔ ادھر بے تامل حضرت صدّیق اکبر نے آمنّا کہا اور تصدیق کی اُس قوت کے ساتھ کہا جو صدّیقیت کے خلعت سے مشرّف ہوئی۔

شرفِ اسلام کے بعد حضرت ابو بکر کی زندگی اطاعت و استقامت کا مرقع ہے اور ارشادِ ربّانی یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً (یعنے اے ایمان والو اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ) کی تا بحدِّ بشر تعمیل جسم جان شان عقل و فراست اولاد مال جائیداد آرام و آسایش غرض جو کچھ اُن کی بساط میں تھا اللہ اور اسکے رسول کے حکم پر قربان تھا۔ اسی لئے فاروقِ اعظم اور حضرت شیرِ خدا کی شہادت ہے "ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا ابو بکر" ہم جس نیکی کیطرف جھپٹے اس میں ابو بکر ہم سے سبقت لیگئے۔ اپنی وجاہت کے اثر سے سابقین اولین کے اعلیٰ افراد کو خدمتِ مبارک میں قبولِ اسلام کیواسطے لا کر پیش کیا۔ مال خدمتِ اسلام کے لئے وقف تھا۔ مالی سرمایہ آخر عمر تک تجارت کے ذریعہ سے بڑھایا اور اللہ اور اسکے رسول کی راہ میں صرف کیا۔ کمزور مسلمانوں کو خرید

خرید کر ظالم آقاؤں کے پنجے سے چھڑایا۔ مجاہدین کی خدمت میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جو کچھ تھا سب لاکر حاضر کر دیا۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسکو دیکھکر فرماتے ہیں، اے ابوبکر بال بچوں کیلئے کیا چھوڑا۔ جواب میں عرض کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو رکھ چھوڑا ہے۔ اللہ اکبر، کیسا پاکیزہ سرمایہ رکھا۔ صدیق اکبرؓ کی اُن دس اشرفیوں کی قیمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو مسجد نبوی کی زمین کا زرِ ثمن تھیں۔ اس پاک سرزمین کا ایک ٹکڑا روضۂ جنت ہے یہ منبر شریف اور قبر مبارک کے درمیان ہے۔ دوسرا عرش سے بھی افضل ہے جو جسم اطہر کو مس کر رہا ہے جان و مال کی اصل طہارت یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے مال اور اپنے نفس کو اپنی ملکیت نہیں جانتے تھے بلکہ دونوں کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت جانتے اور مانتے تھے جب ارشاد مبارک ہوا "ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر" (کسی کے مال نے مجھ کو وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا) تو یار غار نے رو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اور میرا مال آپکے نہیں ہیں؟"

اسی تسلیم و رضا کا اثر تھا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مال مثل اپنے مال کے بے تکلف صرف فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ جبتک زندہ رہے خدمتِ دین کیواسطے کماتے رہے جب زندگی کیساتھ خدمت کا سلسلہ قطع ہوا تو مال بھی ختم ہوا۔ وفات کے بعد نقد ایک حبہ پاس نہ تھا۔ اور کفن کیلئے کوڑی نہیں چھوڑی۔

اولاد بھی اللہ اور اسکے رسول کی مرضی پر قربان تھی۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات سے خاطر اقدس ملول تھی تو اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپکے عقد میں دیدیا۔ حضرت عبدالرحمن جبتک کافر رہے اُن کو دشمن جانی کی طرح دیکھا تعلق کجا۔ بدر میں جب اُنکو لشکر کفار میں دیکھا تو نہایت خشمگیں ہو کر کہا "این مالی یا خبیث" (اے پلید میرے حقوق کیا ہوئے) دیکھو حقوق یہی تھے کہ لشکر اسلام کی صف میں لڑیں۔ اور اسلام پر قربان ہوں۔ غزوۂ اُحد میں تلوار میان سے لیکر اُن کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ مگر دربار رسالت سے میدان

میں جانے کی اجازت نہیں ملی جب انھوں نے مسلمان ہو کر ایکمرتبہ کہا کہ ابا جان ایک موقع پر غزوۂ بدر میں آپ میری زد پر آگئے تھے مگر میں نے بچا دیا۔ سنکر فرمایا کہ بیٹا اگر تم میری زد پر آجاتے تو میں ہرگز نہ چھوڑتا۔ ایک دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ غزوۂ طائف میں کام آئے اور خلعتِ شہادت سے سُرخ رو ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ دو صاحبزادیوں نے باپ سے حدیث روایت کی یعنی حضرت عائشہ اور حضرت اسمار رضی اللہ عنہما۔

فتح مکہ کیوقت اپنے نوّے ۹۰ سالہ بوڑھے اور نابینا باپ کو خدمت میں لاکر حاضر کیا کہ شرفِ اسلام سے مشرف ہوں۔ آپنے دیکھ کر فرمایا کہ ابوبکر بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی ہیں خود اُنکے پاس چلتا۔ عرض کی کہ انہی کو حاضرِ خدمت ہونا چاہیے تھا۔

ہجرت کے واقعات پر غور کرو۔ خونخوار دشمنوں کا نرغہ ہے۔ بارہ ۱۲ منزل دور مدینہ طیبہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں اہل و عیال اور مال و جائیداد کا کوئی ظاہری محافظ نہیں۔ گھر میں بال بچوں کے حلقے میں بیٹھے ہیں کہ اسی اثنا میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر ارشاد فرماتے ہیں "ابوبکر ہجرت کا حکم آگیا" بے اختیار منہ سے نکلتا ہے "اور میری رفاقت کا؟" ارشاد ہوتا ہے "اسکی بھی اجازت ہے" یہ مژدۂ جانفزا اُسن کر جوشِ مسرت سے بیتاب ہو جاتے ہیں اور نہایت شوق سے سامانِ سفر کا اہتمام کرتے ہیں۔ بی بی بچے۔ مال۔ اور مکان سب آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اُن کی مصیبت اور تباہی بھی شاید ذہن میں آئی ہوگی لیکن ہمدمی حبیب (روحی فداہ) کے ذوق کے مقابلہ میں کسی کی پروا نہیں کوئی سیرت یا تاریخ اس کا پتا ہی نہیں دیتی کہ مژدۂ ہجرت اور ہجرت کے درمیان جو وقت ملا اُس میں انھوں نے اپنی اولاد یا جائیداد کی آسایش و حفاظت کا کچھ بھی بند و بست کیا ہو۔ انتہا یہ کہ باپ کو بھی خبر نہ کی۔ جو نقد سرمایہ تھا وہ خدمت کیلئے ساتھ لے لیا اور خونخوار کفار کے نرغے میں سب کچھ چھوڑکر رکاب سعادت میں باطمینانِ قلب روانہ ہو گئے۔ اُن کی تسلیم و رضا کا پرتو اُن کے گھر والوں پر بھی اسقدر تھا کہ بجائے پریشان ہونے کے دوسروں کی پریشانی رفع کرتے تھے۔ جب بوڑھے دادا مضطرب ہو کر آئے تو پوتی نے تدبیر سے اُن کی تسکین کر دی۔ حالانکہ اسی پوتی کو بیکسی میں ابوجہل کی شقاوت کا

صدمہ پہونچا تھا۔ شرف اسلام کے بعد سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تک پروانہ وار شمع رسالت (بابی وامی) پر قربان نثار تھے۔ تمام جانفروشی کے موقعوں پر یعنی غزوات میں شمشیر بکف ہم کاب رہے بدر میں جو شانِ شجاعت دکھائی اُسنے حضرت شیر خدا کی زبانِ مبارک سے "اشجع الناس" کا خطاب دلوایا۔ اُحد کے حوصلہ فرسا ہنگامے میں سب سے اول حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت مجروحی شہدا کی لاشوں میں دیکھکر شناخت کیا، جب اُنکے بیٹے عبد الرحمن نے کفار کیطرف سے میدان میں آکر حریف طلب کیا تو تلوار میان سے نکالکر مقابلے کیلئے تیار ہو گئے اور اجازت طلب کی۔ فرمانِ رسالت ہوا "شم سیفک وامتعنا بک" (تلوار میان میں کرلو اور ہم کو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو) یہ فرمان سنا تو قصد ملتوی کر دیا۔ لڑائی اور صلح سب میں آپ ہی کی خوشنودی مطلوب تھی۔ غزوۂ خندق میں ایک دستہ حضرت صدیق کے ماتحت تھا۔ دیکھو صداقت کی برکت۔ جس موقع پر یہ دستہ متعین تھا وہاں ایک مسجد بنی جو صدیوں تک قائم رہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ اُنکے زمانہ تک موجود تھی یعنی بارہویں صدی ہجری میں حُدیبیہ کے معرکے میں جو وقت معرکہ کا تھا اُس میں حضرت فاروق اعظم تک بیتاب تھے مگر حضرت صدیق اکبر کی تسلیم و رضا کا یہ جلوہ تھا کہ اضطراب کجا جب حضرت فاروق اعظم نے جاکر ماجرا بیان کیا تو صرف اسقدر کہا کہ رکاب سعادت تھامے رہو۔ تبوک میں جائزہ فوج امامت اور بڑا نشان یہ سب خدمات حضرت صدیق اکبر کے سپرد تھیں۔ اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت کیسا ہوش ربا وقت تھا۔ دُنیا میں ایسے اشخاص کی وفات سے جو سرگروہ اور کار فرما ہوتے ہیں ایک تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اُس ذات پاک کی رحلت جو دونوں عالم کی مرکز تھی جس پر صحابۂ کرام جان سے قربان تھے اور جس کے وجود باجود کی برکت سے وحی کا سلسلہ قائم تھا۔ انوار قدس کی بارش اس عالم خاکدان پر ہو رہی تھی اور اس فیض و برکت کو اُس قدسی گروہ کا ہر فرد محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ اپنی خلافت کے دَور میں جب حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم کو ساتھ لیکر حضرت ام ایمن کے پاس باتباع سنت نبوی گئے تو وہ روئیں اور رونے کی وجہ یہ بتائی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

سے سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا۔ اس حادثہ کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وقفِ حیرت تھے۔ مسجد میں صحابۂ کرام کا مجمع تھا۔ اور حضرت عمرؓ اس مجمع میں یہ تقریر فرما رہے تھے کہ منافق کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ واللہ وفات نہیں پائی ہے بلکہ وہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں جو چالیس روز غائب رہ کر واپس آ گئے تھے۔ حالانکہ اُنکی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پا گئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت فرمائینگے اور اُن لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے جو کہتے ہیں کہ آپنے وفات پائی۔ اب حضرت ابو بکرؓ کی حالت پر نظر ڈالیے۔ جب اُن کو اس سانحۂ ہوش رُبا کی خبر پہونچی تو گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور سیدھے حجرۂ مبارک پر پہونچے۔ چہرۂ اقدس سے چادر اُٹھائی پیشانی کو بوسہ دیا اور رو کر کہا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپکی حیات اور وفات دونوں پاک ہیں جو موت خدا تعالیٰ نے آپکے لئے مقدر فرمائی تھی اُس کا ذائقہ آپنے چکھ لیا۔ اب اسکے بعد آپ کبھی وفات نہ پائینگے۔ اسکے بعد مسجد نبویؐ میں آئے تو حضرت عمرؓ کو کلام بالا کہتے سُنا۔ اُن سے کہا سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ خاموش ہوئے تو خود سلسلۂ کلام شروع کر کے حاضرین کو اپنی طرف مخاطب فرمایا اور کہا۔

"اے لوگو جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا تو (وہ سمجھ لے کہ) محمدؐ نے وفات پائی اور جو کوئی اللہ کو پوجتا تھا تو (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد) اور نہیں محمدؐ مگر ایک رسول ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا وہ اگر مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے اور جو شخص برگشتہ ہو جائیگا تو وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیگا اور اللہ شکر گزار وں کو عنقریب جزا دیگا"

اس کلام کو سُنکر آنکھوں کے سامنے سے حیرت کا پردہ اُٹھ گیا۔ اور حقیقت واقعہ منکشف ہو گئی حضرت عمرؓ کو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انکشاف ہوا تو فرطِ غم سے بیٹھ گئے۔ اہل معرفت نے اس خطبہ کو توحید کا اعلیٰ مظہر مانا ہے۔ غور کرو اگر حضرت ابو بکرؓ کی قوت ایمانی اُسوقت اِس حیرت کو رفع نہ کر دیتی تو مثل اور انبیا کے آپکی رحلت کا واقعہ چیستاں بن کر رہ جاتا۔ دین و ملت کا سا شیرازہ درہم و برہم ہو جاتا۔ بنی ساعدہ کے سقیفہ کا حال تم پڑھ چکے ہو۔ وہ چند گھنٹے ایسے خطرناک

اور قیمتی تھے کہ اُن کے فیصلے نے اُمت کو تباہی سے بچالیا۔ خود حضرت عُمرؓ کا قول ہے کہ واقعہ سقیفہ دفعتہً ہوا مگر اُس نے مسلمانوں کو تباہی سے بچالیا۔ یہ بھی دیکھو کہ اُس جدوجہد سے صدیق اکبر کا مقصد ذاتی رفعت نہ تھی بلکہ محض امت کی خدمت کی جب انتخاب اور بعیت کا وقت آیا تو حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو پیش فرمادیا کہ ان میں سے جس سے چاہو بعیت کرلو۔ دونوں خلافت کے اہل ہیں۔ خلیفہ ہونیکے بعد صاف کہہ دیا کہ نہ خلافت کی مجھ کو کبھی تمنا تھی نہ میں نے پوشیدہ اسکے لئے دعا کی۔

خلافت کا زمانہ قوت ایمانی کے اعلیٰ ظہور کا زمانہ ہے۔ اُس عہد کے واقعات بلند آہنگی سے یہ شہادت دے رہے ہیں کہ شان صدیقیت اور ایمانی قوت میں وہ مبارک ذات ممتاز تھی۔ واقعات خلافت کہہ رہے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قول بالکل صحیح تھا کہ حضرت صدّیقؓ اور حضرت فاروقؓ کی قوت عالمہ وعاملہ انبیاورسل کے مُشابہ تھی۔ خلافتِ صدّیقی کا زمانہ قوتِ عمل کا کارنامہ تھا۔ ابتدائی خطبہ دیکھو۔ اُسمیں یہ الفاظ ہیں۔ جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ انشاء اللہ اُس کا حق دلواؤنگا۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے اُس سے انشاء اللہ حق لیکر چھوڑوں گا۔ اسکے ساتھ وہ فقرہ ملائیے جو ہنگامہ ردّت کیوقت فرمایا تھا۔ انہ قد انقطع الوحی وتمّ الدین اینقص وانا حییٌ (ظاہر ہے کہ وحی کا سلسلہ قطع ہوگیا۔ دین کمال کو پہونچ گیا کیا یہ ممکن ہے کہ میری زندگی میں اُسکی قطع وبُرید کی جائے)

اِن دونوں مقولوں سے واضح ہے کہ خلافت سے حضرت ابوبکرؓ کا مقصود حفاظت دین اور خدمت خلق تھی۔ عملاً یہ ثبوت ہے کہ اُن دو خدمتوں کے سوا کوئی تیسرا کام اُنھوں نے خلافت میں نہیں کیا۔

آغازِ خلافت میں جھوٹے مدعیانِ نبوت کی وجہ سے عرب میں ارتدادخانہ جنگی وبغاوت کا طوفان ہرطرف بپا تھا۔ مؤرّخ ابن اثیر کا قول ہے کہ چوبیس قبیلے مُرتد ہوکر میدان جنگ میں سرگرم کارزار تھے۔ سرحد کی دوجانب قیصر وکسریٰ مسلمانوں کی تاک میں تھے اس حالت کا نقشہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ اُسوقت مُسلمان بکریوں کے اُس

گلے سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ بان کے رہ جائے"
حضرت ابوبکرؓ نے غایت تدبر سے ان تمام مشکلات کا صحیح اندازہ فرمایا اور اسکی کامل تدبیر فرمائی اور
یہی ایک مدبر کا کمال ہے۔ دیکھو خلافت کے دسویں دن جو قاصد ارتداد کی خبریں لیکر مدینہ طیبہ میں آئے
اُن سے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ "صبر کرو اسکے بعد جو خط آئینگے اُن میں اس سے زیادہ سخت خبریں ہونگی"
مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ کے شر سے محفوظ رکھنے کا یہ اہتمام تھا کہ فتنہ ارتداد سے فارغ ہوتے ہی انکی
جانب ہمہ تن متوجہ ہوگئے۔ اس زمانہ میں ایک صحابی نے اپنے قبیلے کے ایک معاملے کی جانب
توجہ دلائی تو غصہ ہو کر فرمایا کہ میں تو اُن دو شیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی
تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کیطرف مائل کرتے ہو۔ خلافت صدیقی کا زمانہ صرف
سوا دو سال ہے۔ اسی قلیل عرصہ میں ارتداد کا وہ فتنہ فرو کیا جاتا ہے جس کی آگ یمن سے لیکر
نواح مدینہ طیبہ تک مشتعل تھی۔ اس حالت پر غور کرو کہ یمن سے لیکر مدینہ طیبہ تک مرتدوں کے لشکر
پڑے ہوئے ہیں۔ خود مدینہ طیبہ مرتدوں کے نرغے میں ہے۔ اس ہنگامہ قوت کے ساتھ مرتد خلیفہ
رسول اللہ کو پیام دیتے ہیں کہ ہم سے نماز پڑھوالو مگر زکوٰۃ معاف کردو۔ گویا بنیاد اسلام کا ایک پایہ
ڈھا دینا چاہتے ہیں۔ اس طرف یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کا چیدہ لشکر حضرت اُسامہؓ کی سرداری
میں رومیوں کے مقابلہ میں روانہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے ہیں جن میں
فاروق اعظمؓ بھی شریک ہیں۔ سب کی رائے ہوتی ہے کہ نرمی مناسب وقت ہے۔ حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ
تھے "یاخلیفة رسول الله تالف الناس وارفق بهم" (یعنے اے خلیفہ رسول اللہ ان لوگوں کے
ساتھ تالیف قلوب و نرمی کا برتاؤ کیجیے) اس مشورے کو سُنکر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو مخاطب کرکے
فرماتے ہیں :-

اجبّارٌ فی الجاهلیة وخوّارٌ فی الاسلام	یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے مسلمان ہو کر ذلیل و خوار ہو گئے۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دین کمال کو پہنچ گیا
انه قد انقطع الوحی وتمّ الدین اینقص وانا حیّ	کیا میری حیات میں اُسکی قطع و برید کیجائیگی۔ واللہ اگر لوگ ایک رسی کا
واللہ لاجاهدنهم ولو منعونی عقالاً	ٹکڑا بھی (فرض زکوٰۃ میں) دینے سے انکار کرینگے تو میں ان پر جہاد کرونگا۔

یہ فرما کر مرتدوں کے ایلچی اسی جواب کے ساتھ واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ اُنکے جانے کے بعد باوجود ظاہری بے سروسامانی کے مدینہ منورہ کی حفاظت فرمائی جاتی ہے اور حملہ آوروں کے حملے نہ صرف روکے جاتے ہیں۔ بلکہ اُن پر حملہ کر کے شکست دیجاتی ہے اور سیلابِ ارتداد کے فرو کرنے کی قوت کے ساتھ تدبیر کیجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱ھ کے ختم تک یعنی صرف نو ماہ میں یہ ہنگامہ فرو ہوگیا اور اس قوت کیساتھ کہ پھر آجتک نہیں برپا ہوا۔ ۱۲ھ میں کسریٰ کی قوت کا کسر و انکسار شروع ہوا۔ اور اختتام سنہ مذکور سے قبل مجوزہ مہم عراق ختم ہوگئی۔ اُسکے ختم ہوتے ہی قیصر کی نوبت آئی۔ اسلام کے لشکر شام پر بڑھے اور معرکہ یرموک کے سر ہونیسے رومیوں کو قوت اسلام کا اندازہ ہوگیا۔ اسی واسطے خطبہ وفات میں حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

"ان اوصاف وفضائل کی قوت سے تم نے باطل کو اکھیڑ کر پھینک دیا۔ اُس کے بعد راستہ صاف تھا مشکل آسان تھی اور فتنہ وفساد کی آگ سرد۔"

جنگی معرکوں کے ساتھ ملکی انتظام بھی تھے۔ عراق فتح بھی ہوا۔ اُس میں خراج کا بندوبست بھی ہوا اور خراج وصول ہو کر اسلام کے مقاصد کی تکمیل میں صرف بھی ہونے لگا۔ لشکر کو یہ ہدایتیں تھیں۔

"خیانت نہ کرنا۔ دھوکہ نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی نہ کرنا۔ کسی شخص کے اعضاء نہ کاٹنا۔ کسی بچے، بوڑھے، یا عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور اور میوہ دار درخت نہ کاٹنا نہ جلانا۔ اونٹ، بکری یا گائے کو سوا غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ عیسائیوں کے گوشہ گیر اہل عبادت کو نہ ستانا۔ نعمتیں کھا کر خدا کو نہ بھولجانا۔" دیکھو عین معرکہ کارزار میں دین داخلاق کا سبق یاد رکھنے کی تاکید ہے۔ ترحم وکرم کا دائرہ انسان، حیوان، نباتات سب کیلئے وسیع ہے۔ مورخ ابن اثیر نے (جن کی وفات ۶۳۰ھ میں ہے) لکھا ہے کہ خلافتِ صدیقی کے احکامِ بالا آجتک مسلمانوں کے لشکر کے دستور العمل ہیں۔ یورپ کی حالیہ جنگ عظیم کے ہولناک مناظر دیکھکر قدرتی طور پر یہ تمنا قلب سلیم میں پیدا ہوتی ہے کہ کاش تعلیم صدیقی کا فیض مغرور یورپ نے حاصل کرلیا ہوتا تو بنی نوع

انسان پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی۔

اس موقع پر ذرا شانِ صدیقی کا مرقع دل کی نگاہ کے سامنے لے آؤ۔ مسیلمہ کذاب سے معرکہ ہے۔ روم و ایران کے شیروں سے مقابلہ ہے۔ محلہ کی لڑکیوں کی فرمایش سے بکریاں دوہی جارہی ہیں۔ راستہ میں بچے بابا بابا کہہ کر لپٹ رہے ہیں۔ نواحِ مدینہ میں ایک اپاہج اندھی بوڑھیا کی خدمت اس اہتمام سے ہو رہی ہے کہ حضرت عمر بھی سبقت نہیں لیجا سکے۔ کاندھے پر کپڑے کی گٹھری ہے اور مدینہ کے بازار میں خرید و فروخت کر کے اہل و عیال کی روزی کا سامان کرتے ہیں۔ مدینہ پر حملہ ہوتا ہے تو لشکر کی کمان بھی کرتے ہیں۔ میدانِ جنگ کا پورا خاکہ تیار کر کے امیرانِ لشکر کے حوالے فرماتے ہیں۔ عراق کی مہم میں یہ بھی اہتمام ہے کہ ملک کی آبادی میں فرق نہ آئے۔ زراعت و اہلِ زراعت تباہ نہ ہوں۔ بندوبست آراضی کی ہدایتیں جاری ہوتی ہیں۔ کلام مجید اور حدیث کی خدمت ہو رہی ہے۔ فقہ کے اصول مرتب ہوتے ہیں۔ دین کے مشکل مسلے حل کئے جاتے ہیں۔ ذکر کی تلقین ہوتی ہے۔ غرض ایک ہی وقت میں بادشاہ اور درویش مفسر محدث فقیہ۔ اولوالعزم اور مسکین۔ سپہ سالار اور مالیات کے حاکم۔ تاجر سب کچھ ہیں۔ اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو دنیا سے بالکل پاک صاف۔ نہ ملک ورثا کیلئے چھوڑتے ہیں۔ نہ روپیہ نہ جائیداد پرانی چادریں دھوئی جاتی ہیں اور خلیفہ رسول اللہ اُن میں دفنا دیئے جاتے ہیں اور دیکھو یہ سب کچھ محض اللہ اور اسکے رسول کی رضامندی کے لئے ہے۔

علمی خدمات | قرآن مجید بہ شکل کتاب ایک جا لکھوا کر محفوظ فرما دیا اور اس کا نام مصحف رکھا۔ معانی کلام مجید کے متعلق جو مشکلات پیش آئیں اُن کو حل کیا۔ حدیث کی روایت کی۔ زکوٰۃ کی مقادیر کی بابت سب سے زیادہ معتبر روایت حضرت صدیق کی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر اُمہات مسائل میں حضرت ابوبکر کی روایتیں سند ہیں۔ فقہ میں قاعدہ اجتہاد مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بنا۔ مشکل مسائل فقہ کو حل کیا۔

تعبیر رویا میں اُن کی شان جلالت مسلّم ہے۔

تصوّف میں ذکر کلمۂ طیبہ کا طریقہ سب سے اول تلقین کیا۔ کشف المحجوب میں صدیق اکبر کو امام تصوّف لکھا ہے۔ طریقہ نقشبندیہ کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق حضرت صدیق تک پہونچتا ہے۔ اہل معرفت کا قول ہے کہ نسبتِ صدیقی نسبت ابراہیمی تھی۔ اسی لئے غلبہ توحید علیٰ وجہ الکمال تھا۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لقب "اوّاہ منیب" ہیں یعنی دردمند اور اللہ پاک کیطرف رجوع کرنے والے۔ صحابۂ کرام میں حضرت ابو بکر کا لقب "اوّاہ" تھا (دردمند) یہ بھی نسبت ابراہیمی کا اثر تھا۔ حضرت سرورِ عالم کے ساتھ مرتبہ ضمنیت کبریٰ حاصل تھا لہذا کمالات آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم حضرت ابو بکر تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے حضرت صدیق کے قلب پر شعاعِ غیبی کا ظہور لطیفہ قلبیہ سے ہوتا تھا۔ لہذا حقیقتِ حال بصورت عزیمت ظاہر ہوتی نہ برنگِ تخیل۔ حدیث ما صب اللہ فی صدری شیئاً الا صببتہ فی صدر ابی بکر۔ یعنی جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈالدیا۔

واقعۂ وفات پر غور کیجئے۔ ایک انسان کی اصل حالت کا معیار غالباً اُس زمانہ سے بڑھکر دوسرا نہیں ہوسکتا جو موت کے قریب ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر جسمانی حیثیت سے کبھی قوی نہ تھے۔ اس ضعف کے ساتھ تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں علیل ہوتے ہیں۔ پندرہ روز بخار آتا ہے۔ انتہا یہ کہ مسجد جانے کی قوت نہ رہی۔ حالانکہ گھر کی کھڑکی مسجد میں تھی۔ اس سے تم جسمانی ضعف کا اندازہ کرسکتے ہو۔ اس شدت ضعف و مرض میں عزیمت کا کیا حال ہے بعض ہمدرد طبیب کے بلانے کا مشورہ دیتے ہیں تو فرماتے ہیں طبیب دیکھ چکا۔ استفسار کرتے ہیں دیکھکر کیا کہا۔ فرماتے ہیں یہ کہا ہے:۔

"اِنّی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡد" (یعنی میں جو ارادہ کرتا ہوں کرڈالتا ہوں)

دیکھو حضرت صدیق کی نبض کس کے ہاتھ میں تھی۔ یہ تسلیم و رضا کا بہترین سبق ہے۔ ایامِ مرض اس گھر میں بسر کرتے ہیں جو دربار نبوی سے مرحمت ہوا تھا جب مرض نے زیادہ زور پکڑا تو جانشین

کی فکر ہوئی۔ سوچا۔ مشورہ کیا۔ بالآخر حضرت فاروقِ اعظم کو منتخب فرمایا۔ اس انتخاب پر اُن فیوض و برکات نے آفریں کہی جو عالم پر دورِ فاروقی میں عدلِ فاروقی سے نازل ہوئے۔ منشا انتخاب کیا تھا۔ وہ بھی سُن لو۔ جب ایک شخص نے حضرت عمر کو سخت مزاج خیال کرکے اعتراض کیا تو نہایت جوش صداقت کے ساتھ جواب دیا۔

اباللہ تخوفنی اذا لقیت اللہ قلت استخلفت علی اھلک خیر اھلک۔

یعنی۔ کیا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو۔ میں جس وقت اللہ کے روبرو جاؤں گا تو کہوں گا کہ میں تیری مخلوق پر سب سے بہتر آدمی کو اپنا جانشین مقرر کرکے آیا ہوں۔

اس کی تشریح اُس دعا کے الفاظ میں بھی ہے جو حضرت عمر کے حق میں بعد وصیت فرمائی۔

اللھم انی لم ارد بذلک الا اصلاحھم وخفت علیھم الفتنۃ فعملت فیھم بما انت اعلم بہ واجتھدت لھم رأیا فولیت علیھم خیرھم واقواھم واحرصھم علی ما ارشدھم۔

اے اللہ میں نے یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے ارادے سے کیا ہے اور اس اندیشہ سے کہ اُن میں فساد نہ ہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے جس کو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے خوب غور و فکر کے بعد بہترین اور قوی ترین شخص کو ولی عہد کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کی راست روی کا خواہشمند ہے۔

عین وفات کے قریب حضرت مثنیٰ عراق سے فوجی کمک حاصل کرنے مدینہ آتے ہیں تو خلیفہ کو بستر وفات پر پاتے ہیں۔ اس پر بھی حضرت ابو بکر اُن سے مفصل حالات سُنتے ہیں۔ حضرت عمر کو بلا کر فرماتے ہیں۔

"جو میں کہتا ہوں اُس کو سنو اور عمل کرو۔ مجھکو توقع ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائیگی دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں کو ترغیب دیکر مثنیٰ کی مدد پر آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت کی وجہ سے دین کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل سے نہ رُکنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھ کر کیا مُصیبت ہو سکتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ اُس روز میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہے رب کی اگر میں اُس روز حکم الٰہی کی بجا آوری میں کوتاہی کرتا تو اللہ ہم کو تباہ کرکے سزا دیتا۔ اور مدینہ میں آگ بھڑک اُٹھتی۔ اگر خداوند تعالےٰ شام میں مسلمانوں کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیجدینا۔ اسلیئے کہ وہ کار آزمودہ اور

وہاں کے حالات سے واقف ہے۔"

اُسی دَورانِ مرض میں یہ محاسبہ ہوتا ہے کہ بیت المال سے وظیفہ کیا ملا۔ظاہر ہے کہ جو کچھ ملا واجبی ملا۔حق المحنتہ تھا جو صحابہ کرام کی تجویز سے ملا۔تاہم صفائی محاسبہ پیش نظر تھی اس لئے اپنی ایک جائداد فروخت کراکر کل رقم بیت المال کی بیباق کر دی۔بعد بیعت کے جو اضافہ مال میں ہوا تھا (یعنی ایک حبشی غلام جو بچّوں کو کھلاتا تھا۔اُسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا تھا۔ایک چادر سوا روپے کی قیمت کی اور ایک اونٹنی۔جس پر پانی آتا تھا) اُسکی نسبت حکم ہوا کہ بعد وفات سب چیزیں خلیفہ کے پاس پہونچا دی جائیں۔جب اس حکم کی تعمیل ہوئی تو حضرت عمؓر بہت روئے اور" فرمایا "اے ابوبکرؓ تم اپنے جانشینوں کیلئے کام بہت سخت کر گئے"۔

اتبّاع سُنّت دیکھو۔

قریب وفات حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا۔

کہا۔تین پارچہ کا۔

فرمایا۔میرے کفن میں بھی تین ہی کپڑے ہوں۔دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھولی جائیں۔ایک چادر نئی لی جائے۔(مسلمانو! تمھارے خلیفہ کے توشہ خانہ میں صرف دو چادریں تھیں)

ایثار ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سُنکر کہا کہ "ہم ایسے تنگ دست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں"۔

فرمایا۔"جانِ پدر نئے کپڑے مُردوں سے زیادہ زندوں کے لئے موزوں ہیں۔کفن تو پیپ اور لہو کے واسطے ہے"۔

قُدرتی اتبّاع سُنّت دیکھئے۔

انتقال کے روز فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کس دن رحلت فرمائی لوگوں نے کہا دوشنبہ کو۔ فرمایا مجھے اُمید ہے کہ میری موت بھی آج ہی ہوگی (یہ دوشنبہ کا دن تھا)

سنو ادب محبوب۔

عین سکرات کے وقت جب دم سینہ میں آچکا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حسرت سے یہ شعر پڑھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ	یعنی "وہ نورانی صورت جسکی تازگی سے ابر سیراب
ربیعُ الیتامیٰ عِصمۃٌ للارامل	ہو۔ یتیموں کی پناہ بیواؤں کی محافظ"

سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:۔

"یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ ابوبکر اس کا مستحق نہیں"۔ رضی اللہ عنہ۔

خدارا ان واقعات پر غور کرو اور کہو کہ حضرت صدیق کے دلمیں سوائے اللہ اور اس کے رسول کے کسی کی بھی محبت تھی۔ واللہ نہ تھی۔ ہرگز نہ تھی ؎

بہ پردہائے دل وچشم من نہان حسرت
من وخدائے کہ جز جلوۂ نگارم نیست

رضی اللہ عنہ

وجزاہ عنا خیر الجزاء۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اعلان

تفصیل	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
تفسیر عزیزی سورۂ بقر یعنی حضرت مولٰنا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ کی مقبول عام سورۂ بقر کی تفسیر جو عرصے نایاب تھی بصرف زر کثیر و اہتمام خاص ہمنے طیار کی ہے۔ اگر آپ کو تمنا ہے کہ اپنی زبان میں کلام الٰہی کے معارف وحقایق سے آگاہی حاصل کریں تو فوراً منگائیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اس تحفۂ بے بہا سے غفلت کریں اور یہ ایڈیشن بھی پہلے کی طرح ختم ہو جائے۔ کاغذ رف	للعہ	عاہ
ایضاً گلیز کاغذ	للعبہ	ہے
تفسیر عزیزی تبارک الذی پارۂ عم پارۂ تبارک الذی کی حضرت مولٰنا شاہ عبد العزیز صاحب کی وہ بیش بہا تفسیر جس کے دیکھنے سے تمام اسرار معانی بالکل حل ہو جاتے ہیں۔ زبان سلیس اردو	عاہ	عہ
ایضاً تفسیر پارۂ عم۔ باوصاف مذکورۂ بالا۔ نہایت سلیس اُردو زبان میں	عہ	عہ
سوانح عمری گلبدن بیگم شہنشاہ ہند بابر کی بیٹی۔ ہمایوں بادشاہ کی بہن اور شاہ اکبر کی پھوپھی گلبدن بیگم۔ مصنف ہمایوں نامہ کی مستند سوانح عمری جس میں بابر اور ہمایوں کے عہد کے واقعات بھی شامل ہیں۔ قابل دید کتاب ہے جس کا مستند تاریخی مواد (۱) جوہر آفتابچی ہمایوں بادشاہ (۲) خواندمیر مورخ بادشاہ (۳) ابوالفضل (۴) بایزید (۵) سیدی علی رئیس امیر البحر ٹرکی (۶) اسکائین (۷) تزک بابری (۸) ایسٹ و ڈیسن (۹) عبد الباقی نہاوندی (۱۰) عبد القادر بدایونی (۱۱) الیاس مترجم تاریخ رشیدی (۱۲) نظام الدین طبقات اکبری (۱۳) صمصام الدولہ شاہ نواز خاں (۱۴) بیورج (۱۵) جیرٹ۔ اور بہت سی متفرق کتب وانگریزی رسائل سے ماخوذ ہے۔ تاریخ میں یہ کتاب بے نظیر ہے اور آجتک گلبدن بیگم کی اتنی مستند سوانح عمری جس کو عہد بابر و ہمایون و اکبر کی مستند تاریخ کہنا چاہئے نہیں لکھی گئی۔ کتاب میں چار فوٹو۔ بابر۔ گلبدن بیگم۔ ہمایوں اور اکبر کے ہیں۔ ٹائیٹل عمدہ	عہ	۱۲

لذت شباب صنفی کتابوں میں حکیم محمود خاں صاحب والد ماجد حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کی کتاب ضیاء الابصار ایک بے مثل لاجواب کتاب تھی۔ جس کا اردو ترجمہ ہمنے نہایت کوشش اور صرف کثیر سے تیار کرایا ہے۔ اسمیں مرد و عورت کے ہر قسم کے تعلقات۔ مباشرت کے طریقے عورتوں کے مزاج کی شناخت۔ مجامعت کے اوقات۔ مجامعت کے قاعدے۔ امراض اور انکے معالجات تمام امور پر ایسی دلنشین بحث کیگئی ہے کہ کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی وہ کتاب ہے جسکو عیاش لوگ حرز جان بنائے ہوئے تھے۔ کتاب کے مضامین کی فہرست دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اسمیں عورت و مرد کے متعلقات کا کس قسم کا قیمتی ذخیرہ ہے۔ بڑی تقطیع پر نہایت عمدہ چھاپی گئی ہے۔ حکیم محمود خاں صاحب کا فوٹو بھی کتاب میں شامل ہے۔ اصلی قیمت عہ رعایتی ۱۰/ ۔ ایضاً گلیز کاغذ اصلی عہ رعایتی ۱۲/

نیازمند:۔ سیّد ظہور الحسن مالک قومی کتب خانہ۔ جامع مسجد۔ دہلی

لذت شباب جنسی کتابوں میں حکیم محمود خاں صاحب والد ماجد حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کی کتاب ضیاء الابصار ایک بیمثل و بینظیر کتاب تھی جس کا اردو ترجمہ ہمنے نہایت کوشش اور صرف کثیر سے تیار کرایا ہے اس کتاب میں عورت مرد کے ہر قسم کے تعلقات۔ مباشرت کے طریقے۔ عورتوں کے ... مزاج کی شناخت۔ مجامعت کے اوقات۔ مجامعت کے قاعدے امراض اور اُن کے معالجات تمام امور پر ایسی دلنشین بحث کیگئی کہ کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی یہی وہ کتاب ہے جسکو عیاش مزاج انسان حرز جان بنائے ہوئے ہے۔ کتاب کے مضامین کی فہرست دیکھنے سے آپکو معلوم ہوگا کہ اس میں عورت و مرد کے تعلقات کا کس قسم کا قیمتی ذخیرہ ہے بڑی تقطیع پر نہایت عمدہ چھاپی گئی ہے حکیم محمود خان صاحب کا فوٹو بھی کتاب میں شامل ہے قیمت عہ کاغذ گلیز عمر

مُوران عالم یعنی گروہ مشاہیر مصنفہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی۔ اسمیں سولہ مشاہیر کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ ہے قیمت .... عمر

بیان سلف و کمالات سلف مولانا شرر نے اس کتاب میں سلف کی اولوالعزمیونکو اور قدیم شاہان دہلی کی رعایا نوازی کو اس آداب اور طریقہ سے دکھایا ہے جو انہیں کا حصہ ہے قیمت ۱۰ر

قدیم مسیحیت۔ مولانا نے دکھایا ہے کہ قدیم زمانہ میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں نے کیا برتاؤ کیا اور مسلمان مسیحیوں سے کس طرح پیش آئے۔ اور جس قدر اس مذہب کے جدا جدا فرقے نکلے۔ سب کو مفصل بیان کیا ہے اور اس مذہب کی ترقی کے اسباب بیان کئے ہیں۔ قیمت ۸ر

حالات اقوام گرد و ترکان آل عثمان

کردوں کی معاشرت و رسومات شادی و غمی و مذہبی عقائد اور ان کا ترکوں کے ساتھ تعلق۔ سلطان کے محل کے اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ سلطانہ و قادن آفندی کے اختیارات۔ گرجستان کی لڑکیوں کی پرورش و تعلیم اور سلطان کی خدمت میں پیش کیا جانا بالکل نئی کتاب ہے ۶ر

خلافت۔ تینوں خلافتوں کے حالات مفصل لکھے گئے ہیں اور نیکی کا بدلہ بدی حاصل ہوا جنکے واسطے کوشش کی انہیں نے انکو قتل کیا (۱) عمرو بن سعید بانی خلافت بنی امیہ (۲) ابو مسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ (۳) ابو عبد اللہ بانی خلافت بنی فاطمہ مصر۔ قیمت ۳ر

مقالات شرر و جذبات شرر۔ یہ نیچرل مضامین نہیں بلکہ منشیانہ معجزات و معجز نگاری کی کرامتیں ہیں جنہیں انشاپردازی کا شوق اور اردو زبان کے کمال کا نمونہ دیکھنا ہے تو اس کتاب کو لیکر ضرور دیکھیں ان ہی مضامین کی بدولت ہندوستان میں بیسیوں جادو نگار بن گئے ہیں قیمت عمر

سفرنامہ ہستی یعنی نیرنگی دنیا۔ انسان کو جس قدر مراحل زندگی ہر حصہ عمر میں پیش آتے ہیں اُنکو بہت خوبی سے ادا کیا ہے بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں قیمت عمر

مخدرات مشاہیر عالم حصہ اول۔ اسمیں ۳۲ مشاہیر مخدرات کے حالات درج ہیں قیمت .... عمر

ایضاً حصہ دوم۔ عورت ہی کی کشش دنیا میں انسان کو لائی۔ اسمیں ۴۰ مشاہیر مخدرات کے حالات درج ہیں قیمت .. عمر

تذکرہ مشاہیر عالم ہر دو جلد کامل مع فوٹو مولانا شرر اس میں ۹۳ مشاہیر عالم کا حال درج ہے قیمت .. عہ

پردہ

حرم سرا کی حفاظت کو تیغ ہی نہ رہی
تو کام دیں گی یہ چلمن کی تیلیاں کب تک

اس کتاب میں مولانا شرر مرحوم نے شرعی پردہ کی نسبت مضامین نہایت مدلل۔ قرآن حدیث وفقہ کے احکام کے موافق لکھے ہیں۔ اور جو عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں انکو دلانے کی پر زور کوشش کی ہے۔ شادی اور نکاح کے موقع پر رسومات جو بوجہ اعتقاد الميال ہوتی ہیں انپر روشنی ڈالی ہے اور عورتوں کو مذہبی دائرہ میں لانے کی کوشش کی ہے۔ اپنی نوعیت میں یہ پہلی کتاب ہے جو عورتوں کی حمایت میں ہے قیمت ۸/

فلورا فلورنڈا اسپین کا واقعہ مسلمانوں کی عملداری عیسائیوں کی چیرہ دستیاں۔ عبدالرحمن ثانی کی خلافت۔ اسوقت کے عیسائی راہبوں کی فریب کاریاں اور مسلمانوں کا صبر وتحمل اور انصاف پسندی۔ مولانا کی بڑی مشہور کتاب ہے جو عرصہ سے کمیاب تھی صفحات قریب ۲۰۰ کے عہ

اسلامی سوانحعمریاں مولانا عبدالحلیم صاحب شرر کی آخری تصنیف ہے کاغذ ولایتی کتاب مجلد فوٹو مولانا شرر جسمیں ۱۷ سوانح عمریاں ہیں قیمت ۱۲/

تاریخ اسپین۔ اسکی تعریف واشتہار کی ضرورت نہیں۔ اس میں بارہ باب ہیں کتاب دیکھنے سے تعلق ہے قیمت عہ

سوانحعمری احمد شاہ درانی جسمیں احمد شاہ درانی والیٔ افغانستان کے مفصل حالات زندگی درج ہیں کاغذ گلیز قیمت عہ

فرخ جہاں۔ ایک پاکباز خاتون کی سرگذشت دہلی کا واقعہ اور اسکی مصائب وآلام سے نجات قیمت .... عہ

الہارون یعنی سوانح عمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم مع دیگر حالات سلطنت عباسیہ قیمت ..... عہ

ازواج النبی جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات کے پورے حالات وسوانح درج ہیں مخالفین اسلام کا پورا جواب دیا ہے قیمت

شاہ وگدا یہ ایک میلاد شریف ہے جسکو سید محمد تحصیلدار نے مولانا شبلی کی سیرۃ النبی سے تیار کیا مستورات اور لڑکیوں کیلئے نہایت کارآمد ہے قیمت

مقدس نازنین ایک لڑکی کا پوپ بنجانا قیمت

الفاروق مولفہ مولانا شبلی مرحوم یعنی مفصل سوانح عمری عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ جسمیں اول سے آخر تک جزئی حالات درج ہیں آپکے حالات میں اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے قیمت

جنگ پلاسی یعنی ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا آغاز

اسلام ترجمہ بدء الاسلام جسے علیا جناب میمونہ شاہ بانو صاحبہ (بیگم صاحبہ عالیجناب نواب زادہ میجر حمید اللہ خانصاحب بہادر نے) مسلمان لڑکیوں کیلئے فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا اس کتاب کا ہر لڑکی کے رہنا ضروری ہے قیمت ......

بیان خسرو جسمیں حضرت امیر خسرو کے محققانہ کلام ریویو اور انکی پوری سوانحعمری ہے قیمت

حیات سعدی جسمیں شیخ سعدی کے بچپن سے لیکر آخر عمر تک کے حالات درج ہیں قیمت

حیات حافظ یعنی سوانحعمری خواجہ حافظ شیرازی

نظامی گنجوی مولانا نظامی گنجوی کے حالات اور انپر تنقید اور تبصرہ قیمت .....

مخدرات تیموریہ بے عیب خاندان شاہی کی مستورات سلسلہ عصمت وعفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر تاریخ کی جان ہے۔ شجاعت وتہور کے حیرت انگیز تماشے جو ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا۔ قیمت ....